ایران نوین

ایران نوین میگزین-شماره 20 - 2024

اسلامی انقلاب
کے عالمی نعرے
نہ شرقی نہ غربی

اسلامی اور مغربی
تہذیب کا تقابلی جائزہ

انقلاب اسلامی ایران کی اہم ترین کامیابیوں پر ایک نظر

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

ایران نوین میگزین-شمارہ 20 - 2024

مدیراعلیٰ: انجینئر مہدی فیاضی

ایڈیٹر ان چیف: محمد رضا کمیلی

مدیرنشر و اشاعت: مریم حمزہ لو

پروڈکشن اسسٹنٹ و مترجم:

حجت الاسلام غلام مرتضیٰ جعفری

علمی نظارت: ڈاکٹر جواد حیدر ہاشمی

نظرثانی: ساجدہ جعفری

بتعاون: الہدی انٹرنیشنل پبلیکیشنز

ڈیزائنگ: امید بہزادی

ہیئت تحریریہ:

حجت الاسلام و المسلمین ڈاکٹر غلام مرتضی جعفری، حجت الاسلام و المسلمین عبد اللہ عصارہ، ڈاکٹر شہناز کمیلی، مہدی فیاضی، ساجدہ جعفری، امین رحیمی، مصطفی علیمردانی، مرتضی اکبری اور فریدون رضائی.

Advertising Offic:

Magazine of ITF , Tehran

Islamic Republic of Iran

Tel: +9821 88934302

+9821 88934303

Fax: +9821 88902725

Website: https://alhoda.ir

https://itfjournals.com

Email: alhodapub@gmail.com

اداریہ 4

مہدی فیاضی

پہلوی حکومت کے 53 سالہ دور کا ایران 5

تحریر: امین رحیمی انقالب

انقلاب اسلامی ایران کی اہم ترین کامیابیوں پر ایک نظر 8

تحقیق: گلستان یونیورسٹی کی تحقیقاتی ٹیم

رہبرانقلاب کی نگاہ میں مذہبی جمہوریت میں عوام اور قیادت کا کردار 14

تحریر: حجت الاسلام عبداللہ عصارہ

اسلامی انقلاب کے عالمی نعرے نہ شرقی نہ غربی 20

اسلامی انقلاب سے پہلے رونما ہونے والے واقعات پر ایک نظر 25

رہبرانقلاب کی نگاہ میں اسلامی انقلاب کا دوسرا چالیس سالہ مرحلہ 30

رہبرمعظم کی نگاہ میں جدید اسلامی تہذیب کی خصوصیات 35

تحریر: مرتضی اکبری اور فریدون رضائی

اسلامی اور مغربی تہذیب کا تقابلی جائزہ 40

تحریر: مصطفی علیمردانی

اسلامی جمہوریہ کے نظام میں ولایت فقیہ کا مقام 45

علیصدر؛ دنیا کا عجیب ترین غار 49

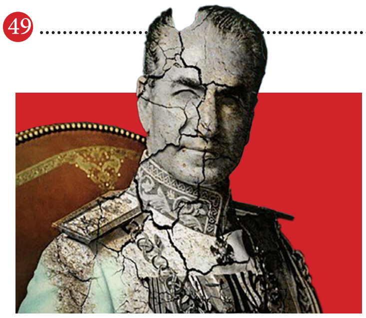

مهدی فیاضی

عصری تاریخ کے چار واقعات؛ پہلی اور دوسری عالمی جنگ، ایران میں اسلامی انقلاب اور سوویت یونین کا خاتمہ گہری عالمی تبدیلوں کا باعث بن چکے ہیں۔ ایران کا اسلامی انقلاب حضرت آیت اللہ العظمی امام خمینی کی قیادت میں عوامی امنگوں، خودمختاری، آزادی اور جمہوری اسلامی کے نعروں کےساتھ کامیاب ہوا اور اس کاعظیم منصوبہ مزاحمتی تحریک اور اسلامی تہذیب کی کامیابی ہے۔ اسلامی انقلاب کی برتری اور مقبولیت نے دنیا کے ترقی پذیرممالک میں جرئت اور حوصلہ پیدا کیا اوراس کے ساتھ ساتھ اسلامی انقلاب دنیا بھر کےمظلوموں میں ہم آہنگی اور اتحاد کا بھی سبب بنا۔ اسلامی انقلاب نے امت اسلامیہ کو تشخص دے کرپختہ کیا۔ یہ کامیابیاں متکبراستعماری طاقتوں کی بغاوت کا باعث بنیں اور بین الاقوامی بدعنوان حکمران اس کے خلاف ہوگئے؛ لہذا دنیا بھرکے خودمختار اور آزاد نوجوانوں سے گزارش ہےکہ اسلامی انقلاب کے بارےمیں اپنے معلومات میں اضافہ کرنے کےلئے حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای،علامہ مرتضی مطہری اور علامہ محمدتقی مصباح کی کتابوں اور مقالات کا مطالعہ کریں۔

پہلوی حکومت کے 53 سالہ دور کا ایران

ایران میں تقریبا 53 سال تک پہلوی خاندان کی حکومت رہی، 5عشرے کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے کوئی کم وقت نہیں ہوتا ہے۔ رضاخان نے اپنی سوچ کے مطابق ملک میں ایک نئی پالیسی مرتب کی رضا خان کے بعد اس کے بیٹے نے بھی اسی پالیسی کو جاری رکھا۔ بہرحال 53 سالہ طویل مدت میں ایران میں کون کون سے کارنامے انجام دیے گئے؟ اس مختصر مقالے میں اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔

تحریر: امین رحیمی

رضاخان نے ملک میں تعمیراتی کام کےلئے اپنی غلامانہ سوچ کے مطابق منصوبہ بندی کی، جس چیزکی ابتدا ہی تقلیدی اور غلط ہو، اس کا انجام کیسے درست ہوگا؟ رضاخان مغرب سے بہت متاثرتھے، بہت سے ایرانی دانشوروں نے ان کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کی؛ لیکن مغربی ثقافت اور تہذیب سے مرعوب بادشاہ کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ رضاخان کے بعد ان کے بیٹے نے بھی وہی پالیسی جاری رکھی جو ان کے والد تیار کرچکے تھے۔ ان کے بیٹے کو بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی؛ لیکن اس نے بھی اپنے سوا کسی کو قبول ہی نہیں کیا اور دانشوروں کی بات ماننے سے صاف انکار کردیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی غلطیوں کا سب کو علم ہوا اور ان کو ملک بدر کردیا گیا۔

ان کا نعرہ تھا کہ ہم ایران کو بنائیں گے، ملک میں ترقی ہوگی، اصلاحات ہوں گے، جدیدیت ہوگی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان 53 سالوں میں پہلوی خاندان نے ایران کی کیا خدمت کی؟ اقتصادی، سماجی، فلاحی امور کے میدان میں ملک ایران کو کس نہج پرپہنچایا؟

آئیے ان کے کارناموں پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

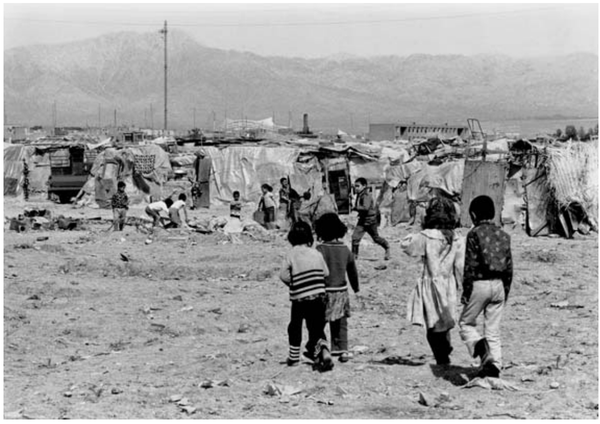

ملکی معیشت کی صورتحال

ہم یہاں پربین الاقومی سطح پرجاری کئے گئے اعداد وشمار پیش کریں گے۔

عالمی بینک کے اعداد و شمار کے مطابق 1977میں ایران کی 46% آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہی تھی؛ یعنی 16 ملین شہری۔ 1971کی دہائی میں تقریباً 4 ملین افراد(کل آبادی کا 12%) شدید غذائی قلت اور عدم تحفظ کا شکار تھے۔ 1972 میں آکسفورڈ یونیورسٹی کی تحقیقی رپورٹ کے مطابق، ایران کی کل 30 میلین آبادی میں سے 16 میلین افراد کو ضروریات زندگی کے تمام اشیا تک رسائی نہیں تھی اور ان میں سے 4میلین افراد شدید غذائی قلت کے شکارتھے۔

ناخواندگی کی شرح

اعداد و شمار کے مطابق 1976 میں پورے ملک کی شرح ناخواندگی 52 فیصد تھی اور دیہاتوں میں شرح ناخواندگی تقریباً 70 فیصد۔ عالمی اعداد و شمار کے مطابق اس وقت ایران خواندگی کی ترقی کے لحاظ سے غیر موثر اور کمزور ممالک میں سے ایک تھا۔ اور ایران اس وقت چین اور کیوبا سے بھی پیچھے تھا۔ 6 سال سے زیادہ عمر کی لڑکیوں اور خواتین کی شرح ناخواندگی 65% تک پہنچ گئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ صرف ایک تہائی ایرانی لڑکیاں اور خواتین خواندہ تھیں، اور جو پڑھی لکھی تھیں یقیناً ان میں سے اکثر کے پاس بھی پرائمری یا مڈل کی سند تھی۔ اعلی تعلیم یافتہ خواتین کی تعداد بہت ہی کم تھی۔

رہائش کی صورتحال

1976 میں ہونے والی قومی مردم شماری کے مطابق ایران کی 33 ملین 7لاکھ آبادی میں سے 1 ملین 70 ہزار سے زیادہ لوگ کچے مکانات میں رہتے تھے اور 6 ملین ۷لاکھ ایرانی گھرانوں میں سے تقریباً 1 ملین 9لاکھ خاندان صرف ایک کمرے والے گھروں میں رہتے تھے؛ یعنی تقریباً ملک کی ایک تہائی آبادی ایک کمرے کے مکانات یا بالکل نامناسب رہائش گاہوں میں رہتی تھی۔ واضح رہے کہ ایک کمرے کے گھر کا مطلب ایک بیڈ روم کا اپارٹمنٹ نہیں ہے کہ جس میں الگ باورچی خانے کے ساتھ ایک ہال بھی ہوتا ہے، بلکہ وہ گھر ہے جو صرف ایک ہی کمرہ ہو۔

پانی کی فراہمی

ایران میں انقلاب اسلامی سے پہلے پانی کی فراہمی کی حالت بہت خراب تھی۔ 1976 کے اعداد و شمار کے مطابق ایران کے تقریباً 78% دیہی علاقوں اور 10% شہری علاقوں میں پائپ کے ذریعے پانی پہنچانے کا نظام ہی نہیں تھا۔ پانی کنوؤں، نہروں، چشموں اور ندیوں وغیرہ کے ذریعے فراہم کیا جاتا تھا۔

بجلی کی فراہمی

انقلاب اسلامی سے پہلے؛یعنی 1976 کے اعداد و شمار کے مطابق ملک کے 10فیصد شہروں اور 76 فیصد دیہاتوں میں بجلی ہی نہیں تھی۔

تیل اور توانائی کی تقسیم

انقلاب اسلامی سے پہلے؛ 1978 میں ایران کی یومیہ تیل کی پیداوار 6 ملین بیرل تک پہنچ چکی تھی، جس میں سے 90 فیصد تیل دوسرے ملکوں کو برآمد کیا جاتا تھا؛ جبکہ دوسری جانب ایران کی 40 فیصد دیہی آبادی کو تیل تک رسائی نہیں ہی تھی اور وہ اپنے گھروں میں لکڑیاں جلاتے تھے۔

بجٹ کی تقسیم

پہلوی حکومت کے دوسرے دور کی بجٹ دستاویزات کے مطابق 1976 کے بجٹ میں صحت کے شعبے کا حصہ تقریباً 1% اور شہری ترقی کا حصہ 1% سے بھی کم تھا۔ اس کے مقابلے میں کل بجٹ کا 30 فیصد حصہ غیر ملکی ہتھیاروں کی خریداری پر صرف کیا جاتا تھا۔

زرعی شعبہ

ملک میں زرعی شعبے کی پیداوار نہ ہونے کے برابرتھی، 1978 میں، زرعی اصلاحات اور زمین کے سکڑنے کے نتیجے میں ایران کے 47 فیصد کسانوں کے پاس کسی قسم کی زراعت نہیں تھی، جس کی وجہ سے تہران سمیت ملک کے بڑے شہروں کی طرف نقل مکانی میں خوفناک حدتک اضافہ ہوا۔

غیر پیٹرولیم مصنوعات کی برآمد

انقلاب اسلامی سےپہلے، پہلوی دور

کے معاشی اعداد و شمار کے مطابق 1970 کی دہائی میں ایران کی غیر پیٹرولیم برآمدات حیرت انگیز طور پر ایران کی کل برآمدات کا صرف 2 فیصد تھیں۔ باقی برآمدات پیٹرولیم مصنوعات کی تھیں۔

طبی مراکز

انقلاب اسلامی سے پہلے ملک میں صحت اور علاج معالجہ کے مراکز بہت کم تھے۔ ایران میں پہلوی دوم کے آخری سالوں میں تقریباً 56 ہزار بستروں پر مشتمل 550 طبی مراکز تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر ایک ہزار افراد کے لیے تقریباً ڈیڑھ بستر۔ جبکہ اس وقت، ترکی، الجزائر اور مصر میں، یہ تعداد 2 سے زیادہ تھی، اور مشرقی یورپ کے ممالک میں، یہ تعداد تقریبا 7 تھی. ادویات تک مریضوں کی رسائی بھی محدود تھی؛ مثال کے طور پر، 1977 میں روزنامہ اطلاعات نے ادویات کے مسائل کے بارے میں ایک رپورٹ میں بتایا کہ: صوبہ یزد کے 70ہزار آبادی والے اردکان شہرمیں ایک بھی دواخانہ نہیں ہے!!!۔

دیہی علاقوں میں اسپتالوں کی کمی

1978 کے اعداد و شمارکے مطابق، ایران میں 90 ہزار سے زیادہ دیہاتوں کے لیے صرف 1ہزار 5سوطبی مراکز تھے۔

ڈاکٹروں کی تعداد

انقلاب اسلامی سے پہلے ملک میں طبیبوں کی تعداد بہت ہی محدود تھی، 1978 کے اعداد و شمار کے مطابق ملک بھرمیں کل 14ہزار ڈاکٹرتھے، ان میں سے بھی نصف پاکستان، بنگلادیش،فلیپائن اور ہندوستان سے تعلق رکھتے تھے اور ایران کے مختلف علاقوں میں طبی فرائض انجام دیتے تھے۔اس کا مطلب ہے کہ اس وقت ملک میں ہر10ہزار افراد کے لئے صرف 5 ڈاکٹر تھے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ ہمارے ملک میں ڈاکٹروں کی تعداد اب بھی کم ہے، ہر10ہزار افراد کے لئے15 ڈاکٹر ہیں۔

طبی آلات اور ادویات کی پیداوار

انقلاب اسلامی کی کامیابی سے پہلے ملک بھرمیں صرف 50کمپنیاں فعال تھیں اور ملکی ضروریات کا صرف 3فیصد پورا ہوتا تھا، جبکہ اب ملک بھرمیں 500 سے زیادہ کمپنیاں کام کررہی ہیں اور 80 فیصد سے زیادہ طبی آلات اور ادویات کی پیداوار ہوتی ہے۔ 1978 کی دہائی میں 70فیصد دوائیاں بیرون ملک سے درآمد کرتے تھے اور اب صرف تین فیصد درآمد کرتے ہیں۔

تیل کے ذخائر پر غیروں کا قبضہ

سن 1953۔54 عیسوی سے اسلامی انقلاب کی کامیابی تک (یعنی 1979تک) برطانیہ اور امریکہ ایران میں تیل کے کنووں؛ بلکہ در حقیقت ایرانی تیل کے ذخیروں پر (پھن کاڑھے) بیٹھے تھے اور جس حد تک بھی اُن سے ممکن تھا تیل نکالتے اور لے جاتے رہے۔

امریکی غلامی

پہلوی حکومت برطانیہ اور امریکا کی زرخرید غلام تھی اور محمد رضا (پہلوی) ایران میں واقعا امریکا کے ایک ایجنٹ کی طرح کام کررہا تھا۔ جب امریکی کہتے تھے کہ فلاں کو وزیراعظم بنا دو اور فلاں کو وزیراعظم کے عہدے سے ہٹا دو تو ایسا ہی ہوتا تھا۔ امریکی جو چاہتے تھے پہلوی حکومت وہی کرتی تھی۔ تہران میں امریکا اور برطانیہ کے سفراء اس مملکت کے بنیادی خطوط اور راہوں کو متعین کرتے تھے۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ امریکیوں کو کس بات کا غصہ ہے --- در اصل، اسلامی انقلاب نے سب سے پہلا کام جو کیا یہ تھا کہ ایران میں برطانیہ اور امریکا کے امتیازات (یعنی خصوصی مراعات) کا خاتمہ کردیا۔

(03/ فروری / 1995 رہبرمعظم کے خطاب سے اقباس)۔

https://urdu.khamenei.ir/news/6511

انقلاب اسلامی ایران کی اہم ترین کامیابیوں پر ایک نظر

20ویں صدی کے آخر میں الٰہی اور بابرکت اسلامی انقلاب نے دنیا بھر کے مسلمانوں اور مظلوموں کے دلوں میں امید کی شمع روشن کی۔

تحقیق: گلستان یونیورسٹی کی تحقیقاتی ٹیم

اسلامی انقلاب کی شاندار فتح کو پنتالیس برس بیت چکے ہیں۔اس شجرہ طیبہ کی کامیابی کی سالگرہ پر ہم اہل ایمان اور دنیا بھر کے مظلوموں کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور انقلاب اسلامی کے چاردہائیوں پرمشتمل خدمات،کاوشوں اور کامیابیوں کا مختصر جائزہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

انقلاب اسلامی کی اندرون اور بیرون ملک کامیابیوں کی ایک لمبی فہرست ہے جس کا جائزہ لینے کے لئے برسوں وقت درکار ہے۔ اس مختصرمقالے میں»صحت»، «سیکورٹی»، «اعلی تعلیم، «تحقیق» ٹیکنالوجی»، «معیشت»، «صنعت» اور «قانون سازی» وغیرہ کے پنتالیس سالہ کامیابیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

طب اور حفظان صحت

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اب یہ ملک مکمل طور پر تبدیل ہوچکا ہے، طب(میڈیکل) اور حفظان صحت کے شعبے میں خاطرخواہ ترقی ہوچکی ہے۔

1۔ اسلامی انقلاب کے بعد اوسط عمر میں 21 سال کا اضافہ ہوا ہے۔ 55 سال سے 76/2 سال تک۔

2۔ انقلاب اسلامی سے پہلے ایران میں ڈاکٹروں کی شدید قلت تھی جس کی وجہ سے پاکستان، بنگلہ دیش، فلپائن اور بھارت سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹرطبی فرائض انجام دیتے تھے؛ اب انقلاب کی کامیابی کے بعد دنیا بھرسے لوگ علاج معالجے کے لئے ایران آتے ہیں اور ایران حفظان صحت کے 27 شعبوں میں تربیت بھی فراہم کررہا ہے۔

3.انقلاب سے پہلے ملک کے دیہی علاقوں میں صرف ایک ہزار500 ہیلتھ سینٹر تھے اب یہ تعداد بڑھ کر ہزاروں ہوچکی ہے۔ اس وقت 19739 دیہاتوں میں 35 ہزار ہیلتھ سینٹر فعال ہیں۔

4. اسلامی جمہوریہ ایران میں پولیو جیسی خطرناک بیماری کا خاتمہ ہوچکا ہے؛ جبکہ بعض ہمسایہ ممالک میں یہ بیماری بدستور موجود ہے۔

5۔ انقلاب اسلامی کی برکت سے ایران میں ملیریا، تپ دق اور ہیضہ جیسی متعدی بیماریوں پر مکمل طور پر قابو پالیا گیا ہے۔

6-1978 میں پورے ملک میں صرف 7 میڈیکل اسکولوں میں 700 طلباء زیرتعلیم تھے اب ملک بھرمیں 47 میڈیکل کالجوں میں ایک لاکھ80 ہزار طلباء زیرتعلیم ہیں۔

7۔ آج، ایران دل کی سرجری کرنے والے بہترین ممالک میں سے ایک ہے اور ان چند ممالک میں سے ایک ہے جہاں دل کی پیوند کاری کی جاتی ہے۔ ایران کے پاس دل کی سرجری کے شاندار ریکارڈ ہیں۔

8۔ اسلامی جمہوریہ ایران میں آنکھوں کی بیماریوں کا علاج احسن طریقے سے کیا جاتا ہے۔ یہاں 24 گھنٹوں کے اندرمریض کا مطلوبہ قرنیہ تیار کیا جاتا ہے۔

9. انقلاب سے پہلے ملک بھرمیں صرف 7ہزار ماہر ڈاکٹر تھے اب یہ تعداد بڑھ کر 72ہزار ہوچکی ہے۔

10۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق ایران کی 80 سے 94 فیصد آبادی کو ضروری ادویات تک رسائی حاصل ہوچکی ہے۔

قومی آزادی اور اقتدار

1۔پچھلی پانچ صدیوں میں ایران کا لاکھوں مربع کلومیٹر رقبہ کم ہوا۔ رضا خان نے ایک منٹ کی بھی مزاحمت کیے بغیر ایران کی سرزمین سوویت یونین، برطانیہ اور امریکی جارح فوجوں کے حوالے کر دی، محمد رضا پہلوی نے بحرین، ایران کا 14واں صوبہ، انگلستان کے حوالے کر دیا۔ انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد ملکی سرحدوں کا ایک وجب بھی کم نہیں ہوا، عالمی طاقتیں حملوں کے باوجود ایک وجب زمین پر قبضہ نہیں کرسکیں۔

2۔ مختلف ممالک کے سربراہان نے کئی بار ایران کی منفرد آزادی پر رشک کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ کاش ہم بھی آپ کی طرح آزادی سے بات کر سکتے۔

3۔ اسلامی انقلاب سے دو صدیاں قبل نہ صرف وزراء اور وزیر اعظم کی برطرفی اور تنصیب؛ بلکہ ایران کے شہنشاہ کو ہٹانے اور تعیین کرنے کا کام بھی غیر ملکی کرتے تھے، اب کسی کو جرئت نہیں کہ ایران کے داخلی امور میں مداخلت کرے۔

4۔ اسلامی انقلاب سے پہلے ایران پرامریکی حکمرانی تھی، 1977 میں امریکی فوجی مشیروں کی تنخواہ 17 ارب

تومان تھی؛ جبکہ پوری ایرانی فوج کی تنخواہ 14 ارب تھی۔ اب ایرانی مسلح افواج کے افسران دیگرملکوں میں مشیرکے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

5۔ اسلامی انقلاب سے پہلے، تہران میں امریکی سفارتخانہ 4000 ملازمین کے ساتھ عملاً ایران کے تمام انتظامی امور میں دخالت کرتا تھا، امریکی اور اسرائیلی دخالتوں کی وجہ سے ایرانیوں کی ایک بڑی تعداد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پرمجبورتھی۔

معیشت

1- عالمی بینک اور بین الاقوامی اقتصادی اداروں کے اعداد و شمار کے مطابق ایران کی معیشت 1979میں 26ویں نمبر پرتھی، انقلاب کے بعد 8 درجے ترقی کر کے 18ویں نمبر پر آگئی ہے اور اب ایران کا شمار دنیا کی 20 معاشی طاقتوں میں ہوتا ہے۔

ایران کی غیر پیٹرولیم مصنوعات کی برآمدات میں سو گنا اضافہ، 1978 میں صرف 540 ملین ڈالر تھا اب بڑھ کر 55 بلین ڈالر تک پہنچ گیا ہے۔ اس وقت ایران دنیا بھرکے مختلف ممالک کو 60ہزار قسم کے اشیاء برآمد کرتا ہے۔

3- انقلاب سے پہلے ایران کے دفاعی شعبے کی ضروریات کا صرف 5 فیصد مقامی سطح پر تیار کیا جاتا تھا اور اس وقت 90 فیصد اسلحہ ملک میں ہی تیار ہوتا ہے۔ ایران سالانہ تقریباً 5 بلین ڈالر کا اسلحہ برآمد بھی کرتا ہے۔

4- اسلامی انقلاب سے پہلے کے مقابلے میں بینکی خدمات میں تقریباً 20 گنا اضافہ ہوا ہے، جوکہ اقتصادی معیار کا مظہر ہے۔

سیکیورٹی اور امن و امان

1۔ انقلاب اسلامی کے بعد استعماری طاقتوں نے ایران میں مختلف طریقوں سے فسادات کرانے کی بھرپور کوششیں کیں؛ لیکن چار دہائیوں میں اسلامی جمہوریہ ایران نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ سیاسی،ثقافتی اور اقتصادی دہشت گردانہ حملوں کا منہ توڑ جواب دیا اور ملک و قوم کو شیطانی قوتوں کے نقصانات سے محفوظ کرلیا۔ دشمن عناصر کے متعدد ناپاک منصوبوں کے باوجود آج ایران دنیا کا پرامن ترین ملک ہے۔

2۔ انقلاب سے پہلے عوام اپنے گھروں میں بھی محفوظ نہیں تھے؛ لیکن آج اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف تمام شیطانی طاقتوں کی سازشوں کے باوجود ایران کا شمار دنیا کے محفوظ ترین ممالک میں ہوتا ہے۔

3۔ ایران نے آج نہ صرف خودکو محفوظ کرلیا ہے؛ بلکہ تمام ہمسایہ ممالک کو بھی امریکا، اسرائیل اور داعش جیسی درندہ صفت تنظیموں سے نجات دلائی ہے۔

اعلیٰ تعلیم، تحقیق اور ٹیکنالوجی

ایران نے انقلاب کے بعد اعلی تعلیم، تحقیق اور جدید ٹیکنالوجی میں ترقی کے منازل طے کئے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے امور میں اسلامی جمہوریہ ایران کے سابق صدر کے مشیر سورنا ستاری کا کہنا ہے کہ سائنسی میدان میں ترقی کے لحاظ سے ایران چونتیسویں نمبر سے سولہویں نمبر پر پہنچ گیا ہے۔

1۔ اس وقت ملک بھرمیں 8ہزار966 علمی انجمنیں فعال ہیں، جبکہ 1977 میں صرف 78 علمی انجمنیں فعال تھیں۔

2۔ انقلاب سے پہلے ملک میں تخلیقی کوئی مرکز نہیں تھا اب ملک بھرمیں 130ایسے مراکز ہیں جہاں حکومت کی سرپرستی میں تعلیمی، تحقیقی اور ٹیکنالوجی کے جدید ایجادات پرکام ہورہاہے۔

3۔ دیہی علاقوں میں تعلیمی مراکز کا قیام؛ صرف سال 2017 میں ملک بھر کے4ہزار500 دیہاتوں میں 44ہزار طلباء تعلیمی اور تحقیقی کاموں میں مصروف تھے۔

4۔ انقلاب سے پہلے بیرونی ممالک سے بہت کم طلباء ایران میں تعلیم حاصل کرنے آتے تھے، اب ملک بھرمیں تقریبا 34 ہزار غیرملکی طلباء زیرتعلیم ہیں۔

5۔اسلامی جمہوریہ ایران میں طبی علم نے خاص طور پر اسٹیم سیلز[1]، ریڑھ کی ہڈی کا علاج، اسٹریٹجک ادویات کی تیاری، جانوروں کی کلوننگ وغیرہ جیسے شعبوں میں نمایاں ترقی کی ہے۔ ایران طبی سائنسی پیداوار میں خطے میں پہلا اور دنیا میں 17 واں مقام حاصل کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

6۔ انقلاب کے بعد اسلامی جمہوریہ ایران نینو کے میدان میں 8 ہزار 791 مضامین شائع کرکے دنیا میں چوتھا مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ اسلامی ممالک میں اس سائنس کی پیداوار میں سب سے زیادہ حصہ ایران کا ہے۔ ایران نینو سائنس کی مصنوعات دنیا کے 47 ممالک کو برآمد بھی کرتا ہے۔

7۔ اسلامی جمہوریہ ایران دنیا کے ان 12 ممالک میں سے ایک ہے جن کے پاس خلائی ٹیکنالوجی کے مکمل وسائل موجود ہیں۔

8۔ تمام تر پابندیوں اور دھمکیوں کے باوجود اسلامی جمہوریہ ایران اپنے جوانوں اور ماہرین کی کوششوں سے سائنسی اور ایٹمی ٹیکنالوجی کے لحاظ سے دنیا کےترقی یافتہ ممالک میں شامل ہو گیا ہے۔

9۔ انقلاب کے بعد ایران بائیو ٹیکنالوجی کے میدان میں خطے میں پہلا اور دنیا میں 13واں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

10۔ سٹیم سیل ٹیکنالوجی اور تحقیق کے میدان میں اسلامی جمہوریہ ایران دنیا میں 15ویں اور خطے میں پہلے نمبر پر ہے۔

معیار زندگی

اسلامی جمہوریہ ایران میں معیار زندگی کافی بہترہے، کیونکہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد حکومت نے ملک بھرمیں سڑکوں کی جال بچھادی ہے۔ شہروں کی تمام سڑکیں اور گلیاں اسفالٹ شدہ ہیں۔ 90 فیصد دیہاتوں کی سڑکیں بھی پکی ہیں۔

1۔ ایران میں زیرزمین میٹرو نظام کی تعمیر میں 50 سال کی تاخیر کے باوجود تہران کے شہری دنیا کے آٹھویں جدیدترین میٹرو نظام سے استفادہ کررہے ہیں۔ تہران کا میٹرو نظام دیدنی ہے۔

2۔ پانی کے بغیرزندگی محال ہے، ایران میں اسلامی حکومت نے ملک میں پانی کم ہونے کے باوجود تمام چھوٹے بڑے شہروں میں آپ رسانی کا جدید ترین نظام متعارف کرایا ہے، ہرگھرمیں بغیر کسی مشکل کے

---

۱ ۔ تحقیقی اصطلاح میں سٹیم سیلز ایسے بنیادی خلیوں کو کہا جاتا ہےجو تقسیم در تقسیم کے ذریعے خصوصی خلیوں یا سیلز کی شکل اختیار کرسکتے ہیں۔ سٹیم سیل رحم مادر میں فرٹیلائز ہونے والے فیٹس (Fetus) یا بنیادی خلیے جو بعد میں ایک مکمل جاندار بنتا ہے، سے اس کی نمو کے مختلف مراحل کے دوران حاصل کیاجاتا ہے۔

24گھنٹے پانی موجود رہتا ہے۔

3۔ اسلامی انقلاب کے بعد ایران میں بجلی کی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ ایران میں لوڈشیڈنگ کا تصور بھی نہیں، ایران نہ صرف داخلی ضروریات پوری کررہا ہے؛ بلکہ ہمسایہ ممالک کو بھی بجلی مہیا کررہاہے۔

4۔ اسلامی حکومت نے دس گھرانوں سے زیادہ والے ہردیہات میں بجلی پہنچائی ہے، جس سے ملک کی معیشت میں بہتری آرہی ہے۔ لوگ زمینیں کاشت کرکےدیہاتوں کو آباد کررہے ہیں۔ باغات لگائے جارہے ہیں ۔

5۔ اسلامی انقلاب کے بعد 90 فیصد ایرانی گیس کی نعمت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔83 فیصد شہروں اور 78 فیصد دیہاتوں میں گیس پہنچائی گئی ہے۔ جس سے انسانی زندگی میں بہت آسانی پیدا ہوگئی ہے۔

6۔ اسلامی انقلاب کے بعد ملک بھرمیں کھیلوں کی متعدد سہولیات مہیا کی گئی ہیں، ہرشہر اور گاؤں میں جدید سہولیات سے آراستہ کھیلوں کے مراکز بنائے گئے ہیں۔

7۔ اسلامی انقلاب کے بعد ملک 90% خوراک میں خود کفیل ہوچکا ہے، گندم، دالیں اور میوہ جات کی بڑی مقدار ملک میں ہی تیار ہورہی ہے۔

8۔ اسلامی انقلاب سے پہلے ہر 30 ایرانیوں کے لیے ایک گاڑی میسر تھی؛ اب معیشت میں بہتری اور قوت خرید میں اضافے کی وجہ سے ہر 4 ایرانیوں کے لیے ایک گاڑی میسر ہے۔ اب ملک میں ہرچار میں سے ایک کے پاس ذاتی گاڑی ہے۔

9۔ اسلامی انقلاب کے بعد حکومت نے صحت کی تمام ترسہولیات ملک کے اندر ہی مہیا کی ہیں جس کی وجہ سے کسی ایرانی شہری کو علاج معالجے کے لئے ملک سے باہرجانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

10۔ انقلاب کے بعد میں سیاحتی شعبے نے بھی بہت ترقی کی ہے، اب سالانہ لاکھوں ملکی اور غیرملکی سیاح، مختلف سیاحتی علاقوں کا رخ کرتے ہیں۔

حمل و نقل اور ٹرانسپورٹ

1۔ سڑکیں، ریلوے اور ہوائی نقل و حمل کے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر سے سفری سہولیات میں غیرمعمولی بہتری آئی ہے۔

2۔ ایران میں سڑکوں کی تاریخ بہت پرانی ہے؛ لیکن اسلامی انقلاب کے بعد اس میں مزید بہتری آئی ہے۔ حالیہ برسوں میں بننے والی نئی شاہراہیں ملک میں ہونے والی ترقی کا واضح ثبوت ہیں۔

3۔ اسلامی انقلاب کے بعد ملک بھرمیں سڑکوں اور موٹرویز کی تعمیرمیں 6گنا اضافہ ہوگیاہے۔1977 میں کل 46 ہزار کلومیٹر سڑکیں تھیں اب 2لاکھ 80ہزار کلومیٹر ہیں۔

صنعت

1۔ اسلامی انقلاب کے بعد مجموعی قومی پیداوار میں صنعت کا حصہ 16% سے 40% تک بڑھ جانا، صنعتی ترقی کی نشاندہی کرتا ہے۔

2۔ اسلامی انقلاب کے بعد ایران کی پیٹرو کیمیکل مصنوعات میں 33 گنا اضافہ ہوا ہے۔

3۔ اسلامی انقلاب کے بعد اسٹیل کی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے، 3لاکھ 60ہزار ٹن سے بڑھ کر 18 ملین ٹن ہوگیا ہے۔

4- آج ایران دنیا میں اسٹیل اور ایلومینیم کی پیداوار میں 14ویں، سیمنٹ کی پیداوار میں 8ویں، سیرامک کی پیداوار میں 5ویں، گاڑیوں کے انجن کی پیداوار میں 12ویں اور آٹوموبائل اور تانبے کی پیداوار میں 18ویں نمبر پر ہے۔

5- اسلامی انقلاب سے پہلے، ایران چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی درآمد کرتا تھا، اب بڑے بڑے بحری بیڑے تیار کررہا ہے۔

قرآنی علوم

1- اسلامی انقلاب نے قرآن کریم کو فاتحہ خوانی سے نکال کر لوگوں کی زندگی میں داخل کردیا ہے۔

2- - اسلامی انقلاب نے قرآن کریم کو گھروں کی الماریوں سے نکال کر علمی میدان میں پہنچا دیا ہے۔

3- قرآنی سیاست کو دنیا میں عام کردیا ہے جس کی وجہ سے دشمن سخت بوکھلاہٹ کا شکار ہوکر قرآن سوزی اور توہین پر اترآیا ہے۔ دشمن کو یہ معلوم بھی نہیں کہ قرآن ابدی ہے جل کرراکھ ہونے والا نہیں۔

4- اسلامی جمہوریہ ایران دنیا کا واحد ملک ہے جس کا آئین قرآنی اصولوں پر مبنی ہے۔

5- اسلامی جمہوریہ ایران دنیا کا واحد ملک ہے جہاں قیادت کی شرط قرآن کریم کی تفسیر جاننے کی صلاحیت ہے۔

6- اسلامی انقلاب کے بعد صرف ایران میں قرآن کریم کے تقریباً 200 ملین نسخے شائع ہو چکے ہیں۔

7- اسلامی انقلاب نے قرآن کریم کو دنیا میں سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب بنا دیا ہے۔

8- اسلامی جمہوریہ کی ترقی کا راز قرآنی اصول اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہے۔

9- ریڈیو قرآن کا قیام، قرآن ٹی وی چینل کا قیام اور کم از کم 400 قرآنی ویب سائٹس کا قیام اسلامی انقلاب کی برکتوں کا نتیجہ ہے۔

10- ملک کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں ہزاروں دارالقرآن کا قیام۔

11- ملک بھرمیں ہزاروں حافظین قرآن کی تربیت اسلامی انقلاب کے ثمرات میں سے ایک ہے[2]۔

12- قرآن کریم کا مختلف زبانوں میں ترجمہ اور تفسیروں کا پروگرام۔

یہ اسلامی انقلاب کی کامیابیوں کی مختصر فہرست تھی جو قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، اگلے مقالےمیں مزیدکامیابیوں کا ذکر کریں گے۔

2 ـ نگاهی به مهم ترین دستاوردهای انقلاب اسلامی ایران،
https//:gu.ac.ir/moshaver-zanan/ContextPage?id23270

رہبر انقلاب کی نگاہ میں مذہبی جمہوریت میں عوام اور قیادت کا کردار

مذہبی جمہوریت میں دینی قیادت اور عوامی کردار اور ان دونوں کے درمیان تعلق کی وضاحت ضروری ہے؛ یوں مذہبی جمہوریت کو پوری دنیا خاص کر عالم اسلام کے لئے ایک نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

تحریر: حجت الاسلام عبداللہ عصارہ

جس موضوع پر امام خمینی اور رہبرانقلاب اسلامی آیت اللہ خامنہ ای نے خصوصی توجہ دی ہے وہ حکومت کی تشکیل اور استحکام میں لوگوں کا کردار ہے۔ ذیل میں رہبرانقلاب کے بیان کردہ اہم ترین نکات کی طرف اشارہ کیا گیاہے:

مذہبی جمہوریت

ایران میں مذہبی جمہوریت نے ثابت کردیا ہےکہ جمہوریت کو نہ صرف مذہب سے جوڑا جاسکتا ہے؛ بلکہ دینی اصولوں کے عین مطابق ایک بےمثال جمہوریت تشکیل دی جاسکتی ہے۔ مذہبی جمہوریت عالمی سطح پرتمام اقوام عالم کو یہ باور کرانے میں کامیاب رہی ہے کہ جس طرح جمہوریت کو لبرل ازم کے عقائد اور اقدار کی بنیاد پر عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے، اسی طرح اسلامی عقائد اور اقدار کی بنیاد پرمذہبی جمہوریت بھی ممکن ہے؛ لہذا مذہبی جمہوریت نے لبرل جمہوریت کے اجارہ داری پرسوالیہ نشان لگا دیا ہے اور پوری دنیا خاص طورپراسلامی دنیا کو یہ پیغام دیا ہے کہ قرآن و حدیث کا مطالعہ کرکے ایک بہترین مذہبی سیاسی نظام تشکیل دیا جاسکتاہے۔

الف. دین سے جمہوریت کا حصول

رہبرانقلاب حضرت آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں:« امام خمینی نے حکومت اسلامی کی تشکیل اور استحکام میں لوگوں کے کردار کی دین مبین اسلام کے عین مطابق وضاحت کی ہے۔ (04 جون 2005 امام خمینی کی برسی کے اجتماع سے خطاب) رہبرانقلاب اسلامی مزید فرماتے ہیں: "اس سیاسی نظام کی تعمیر میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے دو نکات اہم اور بنیادی ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں: پہلا نکتہ یہ کہ جمہوریت اور انتخابات کے ذریعے ملک کی باگ دوڑ عوام کے سپرد کرنا، اور دوسرا نکتہ: جمہوری تحریک کی اصل بنیاد ہی اسلام ہے اور یہ تحریک خود اسلام سے شروع ہوئی ہے؛ لہذا اور ہر وہ چیز جو جمہوریت اور عوام کے حوالے کی جاتی ہے وہ اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے"۔(04جون 2014، امام خمینی کی برسی کے اجتماع سے خطاب) جمہوریت میں عوامی امنگوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؛ لیکن «عوامی رائے اور مرضی کا احترام حکم الہی کے مطابق ہونا چاہئے»۔ (03 اگست2009 عوامی اجتماع سے خطاب) رہبرانقلاب فرماتےہیں: "اگر انتخابات، جمہوریت اور عوامی رائے کا احترام کرنا دین کا حصہ نہ ہوتا اور اسلامی شریعت کے مطابق نہ ہوتا تو امام خمینی واضح انداز میں بیان فرماتے، لہذا یہ جمہوریت دین کا حصہ ہے"۔ (04 جون، 2014، امام خمینی کی برسی کے اجتماع سے خطاب)

ب. مذہبی جمہوریت کی قرآنی بنیادیں

امام خمینی کے مکتب میں جمہوریت دین اسلام کے متن سے ابھری ہے۔ رہبرانقلاب اسلامی فرماتے ہیں: مذہبی جمہوریت کی ابتدا "وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ" سے ہوئی ہے۔ اس کی ابتدا " هُوَ الَّذِيْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ" سے ہوئی ہے۔ ہم نے اس جمہوریت کو کسی سے ادھار نہیں لیا ہے۔ کچھ لوگ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومتی امور میں عوامی کردار کس طرح ہونا چاہئے وہ ہمیں مغربی لوگ ہی سکھا سکتےہیں!! جبکہ خود مغربی اب بھی بند گلی کے ایک کونے میں پھنسے ہوئے ہیں۔" (04جون،2004، امام خمینی کی برسی کے اجتماع سے خطاب)

ج: ولایت کا معنی؛ حاکم کا عوام سے دائمی رابطہ

"ولایت کا ایک عجیب معنی ہے۔ ولایت کا اصل معنی دو چیزوں کا ایک دوسرے سے قریب ہونا ہے۔ جب دو تاروں کو آپس میں مضبوطی سے اس طرح وصل کردیے جائیں کہ انہیں آسانی سے ایک دوسرے سے الگ کرنا ممکن نہ ہو تو اسے عربی میں "ولایت" کہتے ہیں۔

اسلام، حکومت کو "ولایت" کی تعبیر سے بیان کرتا ہے اور وہ شخص جو حکومتی اعلی منصب پر فائزہے جو کہ کسی بھی حکومت کا سربراہ ہوتا ہے بطور والی، ولی، سرپرست، مولا یا آقا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کے سیاسی نظام میں جو اقتدار کے اعلی منصب پر فائز ہے اور جن لوگوں پر حکومت کرنے کا اختیار رکھتا ہے دونوں کے درمیان ایک قسم کا ایسا رابطہ برقرار ہے جو دائمی اور جدائی ناپذیر ہے۔ حاکم اور محکوم دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ حکومت کے معاملے میں اسلام کا سیاسی فلسفہ ہے۔ جس حکومت میں حکمران اور عوام کا ایک دوسرے سے رابطہ نہ ہو وہ حکومت ولایت والی نہیں ہے، یعنی اللہ تعالی کی جانب سے تائید شدہ نہیں ہے۔ ولایت تب ہے جب والی، ولی، یا مولا اور جن پران کی حکمرانی ہے کے درمیان رابطہ ہو، ایک ایسا رابطہ جو قریبی، دوستانہ اور مخلصانہ ہو۔ جس طرح پیغمبر اکرم ص اور ان کی امت کے درمیان ہے۔ «بعث فیهم رسولا من انفسهم» حکمران خود انہی میں سے ہو؛ یعنی خود لوگوں میں سے کوئی ہو جس کے پاس ولایت ہو۔ یہ ہےاسلامی حکومت کی بنیاد؛ لہذا آپ دیکھ سکتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جو ولایت کا مظہر ہیں اور ایک ایسے ولی کا بہترین نمونہ ہیں جو اللہ تعالی کی طرف معین کیا گیا ہے۔ جب ہم مولائے کائنات کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ مولا علی علیہ السلام نے خود کو کبھی لوگوں سے جدا نہیں سمجھا، لوگوں کے ساتھ رابطے میں رہے۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو حق حکومت سے محروم کیا گیا اور جب حکومت ملی دونوں ادوار میں حضرت کا لوگوں سے دوستانہ اور صمیمانہ رابطہ منقطع نہیں ہوا۔ لوگ امام علی علیہ السلام کو ایک شفیق باپ کی طرح سمجھتے تھے۔یہ ولایت کا نظام عوام سے الگ اور منقطع نہیں ہے اس میں یگانگت اور تسلسل پایا جاتا ہے۔" (26،اپریل،1997، حکومتی کابینہ کے اجلاس سے خطاب)

د۔ اسلامی حکومت کی کامیابی میں عوامی رائے کا کردار

جب ہم مولائے کائنات کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مولائے کائنات کس قدر عوامی رائے کو اہمیت دیتے ہیں۔ اللہ تعالی اور پیغمبراکرم کی جانب سے منصوب ہونے کے باوجود امام علیہ السلام نے کس طرح عوامی رائے کا احترام کیا اور حکومت کے حصول کےلئے تلوار اٹھانے سے اجتناب کیا اور خانہ نشین ہوگئے،لہذا ایک اسلامی حکومت کی تشکیل کےلئے عوامی حمایت کا ہونا ضروری ہے، جب عوام ساتھ نہیں ہوں گے تو اسلامی حکومت کا قیام ناممکن ہوجاتاہے۔ (12جون،1987، نماز جمعہ کا خطبہ)

ھ۔ انسانی وقار، اسلام میں عوامی رائے کی طرف توجہ کا مرکز

رہبرانقلاب اسلامی آیت اللہ خامنہ ای انسانی وقار کو توجہ

کا مرکز قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:"امام خمینی کے سیاسی مکتب میں، انسانی شناخت، قیمتی اور باوقار ہونے کے ساتھ ساتھ طاقتور اور موثر بھی ہے۔ قیمتی اور باوقار ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں کی رائے انسانی تقدیر اور معاشرے کے نظم و نسق میں اہم کردار ادا کرے؛ لہٰذا امام خمینی کے مکتب میں وہ جمہوریت ہی حقیقی جمہوریت ہے جو دین اسلام کے اصولوں کے مطابق ہو"۔ (04 جون،2004، امام خمینی کی برسی کے اجتماع سے خطاب)

و۔ عوامی ارادوں کا احترام

زور زبردستی سے کوئی نظام نہیں چلتاہے، کسی بھی نظام میں عوامی حمایت کا ہونا ضروری ہے۔ رہبر انقلاب فرماتےہیں:"اسلامی نظام میں تسلط اور زبردستی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ طاقت اور توانائی کا تصور ہے، اختیار کا تصور ہے؛ ایک ایسی طاقت اور اختیار جو عوامی مشارکت سے وجود میں آئی ہو"۔ (04جون،2014، امام خمینی کی برسی کے اجتماع سے خطاب)۔ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ: دین میں کوئی زبردستی نہیں؛ لہذا "کسی نے اسلام کو ایرانی عوام پر مسلط نہیں کیا ہے، اسلام قبول کرنے میں کسی کی جانب سے کوئی زور زبردستی نہیں تھی، اسی طرح اسلامی حکومت اور اسلامی نظام بھی خود عوام نے ہی انتخاب کیا ہے "۔ (02 نومبر،1994، طلباء کے اجتماع سے خطاب)

ز۔ عوامی مرضی کا معیار ہونا

رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں: ہمارا بنیادی مسئلہ عوام کا مسئلہ ہے۔ لوگوں کی موجودگی، لوگوں کی خواہش، لوگوں کی مرضی، لوگوں کا عزم۔ عرض یہ ہے کہ تمام بڑی سماجی ترقیوں اور تحریکوں میں، لوگوں کا کردار معیاری ہوتا ہے؛ یعنی ایک قسم کی تبدیلی کا رونما ہونا، اچھےخیال کا پھیلنا، ایک سماجی مصلح کے اثر و رسوخ کا پھیلنا اس بات پر منحصر ہے کہ اس کا عوام سے کتنا تعلق ہے اس کے اور عوام کےدرمیان رابطہ کیسا ہے؟ جتنے تعلقات اور ارتباطات قوی ہوں گے کامیابی کے امکانات زیادہ ہوں گے۔ اگر مصلح اور عوام کے درمیان رابطہ منقطع ہو تو مصلح بہت جلد ناکام ہوجائےگا اور کچھ نہیں کرپائے گا۔ (12، اکتوبر2011، کرمانشاہ میں عوامی اجتماع سے خطاب)

مذہبی جمہوریت اور لبرل جمہوریت کا تقابلی جائزہ

مذہبی جمہوریت نے اسلامی دنیا میں لبرل جمہوریت کے نفاذ کو نہ صرف چیلنج کیا ہے؛بلکہ یہ باور کرانے میں کامیاب رہی ہے کہ اسلامی دنیا میں لبرل نظام کو عملی جامہ پہنانا ناممکن ہے؛ کیونکہ اسلامی قوانین کا تعلق شخصی اورانفرادی نہیں ہے؛ بلکہ اجتماعی اور سماجی ہے؛ سماجی اور سیاسی امور میں اسلامی قوانین پرعمل کرنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ایران میں مذہبی جمہوریت کامیابی کے منازل طے کرتے ہوئے پوری دنیا کے لئے نمونہ عمل بن کر ابھر رہی ہے۔

الف۔ لبرل حکومتوں میں الٰہی ہدایت اور عوامی ارادے کا فقدان

دنیا میں بہت سی حکومتیں ایسی ہیں جسے ہم شیطانی اور طاغوتی حکومت کہہ سکتے ہیں۔ رہبرانقلاب اسلامی فرماتے ہیں: "مذہبی جمہوریت کی حقیقت یہ ہے اس کا نظام اللہ کی راہنمائی اور عوامی مشارکت چلتا ہے۔ جبکہ غیرمذہبی حکومتوں میں الٰہی ہدایت نہیں ہے جیسے مغربی نام نہاد جمہوری حکومتیں، جو بظاہر عوام کی مرضی تو رکھتی ہیں، لیکن خدائی ہدایت سے خالی ہیں یا الٰہی ہدایت ہے تو عوامی رائے سے خالی ہیں یا دونوں سے خالی ہیں، نہ الٰہی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے اور نہ ہی عوامی رائے کا، جیسے کہ بہت سے ملکوں کا یہی حال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عوام ملکی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرسکتے ہیں۔ حکمران جو چاہیں وہی ہوتا ہے؛ جبکہ مذہبی جمہوریت میں الٰہی اصولوں اور عوامی رائے کا خیال رکھا جاتا ہے۔ (11، اکتوبر،2001، کاشان میں عوامی اجتماع سے خطاب)

اسلامی جمہوریہ ایران کے تجربات نے ثابت کیا ہے کہ حکومت کو مقبول بنانے کےلئے زیادہ سے زیادہ عوامی رائے پرتوجہ دی جائے۔ عوامی امنگوں کا خیال رکھا جائے۔ اسی طرح یہ تجربات ثابت کرتے ہیں کہ ایک مقبول حکومت دراصل عوامی حکمرانی پرمشتمل ہوتی ہے؛ دوسرے لفظوں میں، مذہبی جمہوریت، دینی اقدار اور عقائد کے دائرے میں رہتے ہوئے نظریاتی اور سیکولر جمہوریت کے مقابلے میں مقبول ہونے میں کامیاب رہی ہے۔ درحقیقت مذہبی جمہوریت کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ عوامی حکمرانی کو عملی جامہ پہنائے؛ یعنی عوامی رائے اور نقطہ نظر کا احترام ہو؛ بلاشبہ، عوامی حکمرانی کے ماڈل کا حصول سیاسی نظام کی کارکردگی کو بہتربنانے کا سب سے اہم عنصر ہے اور یہ ایرانی معاشرے میں سماجی اور سیاسی زندگی بہتربنانے میں اہمیت کا حامل ہے؛ لہذا اسلامی انقلاب اور مذہبی جمہوریت کو پوری دنیا خاص کر عالم اسلام کے لئے ایک موزوں اور کامیاب ماڈل کے طور پر متعارف کرایا جا سکتا ہے۔

ب۔ اکثریت پر اقلیت کی حکمرانی

دنیا کی مقبول جمہوریتوں میں اکثریت پر اقلیت کی حکمرانی ہے۔خاص کر مغرب میں جمہوریت کے نام پراقلیت کی ہی حکمرانی ہے، وہاں حکومت ان کی ہوتی ہے جن کے پاس وافر مالی وسائل اور جائیدادیں ہیں۔ رہبرانقلاب اسلامی

فرماتے ہیں: آج کی جمہوریت پسند دنیا میں جہاں ظاہری طور پر انتخابات بھی ہوتے ہیں اور وہ جمہوریت کا جھنڈا بھی بلند کرتے ہیں؛ لیکن جس چیز کا فقدان ہے وہ "عوامی مرضی اور رائے" کا ہے۔صرف رسم پورے کئے جاتے ہیں. جیسے کہ امریکا سمیت دنیا کے مشہور جمہوری ممالک میں ایسا ہی ہوتا ہے، انتخابات ایک رسم کی حد تک ہے۔ جو لوگ انتخابی میدان میں اترتے ہیں اور مہم چلاتے ہیں، ان کے پیچھے خاص لوگ ہوتے ہیں؛ یعنی سرمایہ دار، بڑی کمپنیوں کے مالکان، اقتصادی اثر و رسوخ رکھنے والے؛ یہ وہ ہیں جو گمراہ کن اشتہارات اور طرح طرح کے طریقوں سے لوگوں کی رائے کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ مقابلہ در اصل مختلف کمپنیوں کے مالکان کے درمیان ہوتا ہے؛ مقابلہ عوامی نمائندوں کے درمیان نہیں ہوتا!۔ وہاں انتخابات ایک تخیل اور فرضی بات کے سوا کچھ نہیں ہے۔ درحقیقت وہاں اکثریت پر اقلیت کی حکمرانی ہے۔ جن کے پال مال و دولت اور اثر ورسوخ ہے وہی پالیسیاں بنارہے ہیں"۔ (07 مارچ،2010، مجلس خبرگان کے اجلاس سے خطاب)

ج۔ بیرونی اور اندرونی دشمن پرغلبہ

بیرونی اور اندرونی دشمن کو شکست دینے کےلئے عوامی حمایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ رہبرانقلاب اسلامی فرماتے ہیں: "کسی بھی معاشرے یا ملک میں لوگ اگر محنت کریں اور بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عملی میدان میں اتریں، تو وہ ہرقسم کے مسائل حل کر سکتے ہیں۔بڑے سے بڑے پہاڑ ان کے سامنے ریزہ ریزہ ہوکر تباہ ہوسکتے ہیں، یہ ایک واضح حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے؛ لیکن بہت سے تجزیہ کاروں نے اس بات پر توجہ ہی نہیں دی ہے۔ (12دسمبر2011، ستاد 9 دی کے اجلاس سے خطاب) رہبرانقلاب اسلامی مزید فرماتے ہیں: "ہم نے اسلامی انقلاب کےلئے بندوقیں اور توپیں استعمال نہیں کیں، اسلامی انقلاب توپوں اور فوجی طاقت سے آگے نہیں بڑھا، اگر آگے بڑھا ہے تو وہ عوامی طاقت اور حمایت سے بڑھا ہے۔ لوگ اچھے ہوتے ہیں،کارآمد ہوتے ہیں، لیکن جب گھروں میں رہتے ہیں اور باہر نہیں آتے ہیں تو ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب لوگ باہرآتے ہیں مظاہرے کرتے ہیں تو طاغوتی طاقتوں کو ہلاکرکھ دیتے ہیں۔ شہنشاہی حکومت کو امریکا سمیت متعدد حکومتوں کی حمایت حاصل تھی اس کے باوجود عوامی طاقت نے انہیں شکست سے دوچار کردیا"۔(15مارچ،2016، حوزہ علمیہ قم کے علماء اور طلاب کے اجتماع سے خطاب)

د۔ مذہبی جمہوریت اقوام عالم کے لئے نمونہ

آج دنیا میں بہت سی قومیں ایسی ہیں جو اسلامی انقلاب سے درس لیکر عالمی اسکتباری کے سامنے کھڑی ہوچکی ہیں اپنے فیصلے خود کرنا چاہتی ہیں۔ حضرت آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں:"جہاں بھی قومیں جان ہتھیلی پر رکھ کر قربانی دینے کو تیار ہوجائیں تو کوئی بھی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ جب قومیں میدان میں وارد ہوتی ہیں توخون تلوار پر غالب آتا ہے۔ جب میں نے افریقی رہنما (نیلسن منڈیلا) کو اسلامی انقلاب کی فتح کی وضاحت کی تو یہ ان کے لیے بہت دلچسپ تھا۔ وہ چلا گیا، کچھ عرصہ بعد ہم نے دیکھا کہ ان کے اپنے ملک میں بھی وہی عوامی تحریک شروع ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اسلامی انقلاب کی روش پرعمل کیا ہے، اسلامی انقلاب سے الہام لیا ہے۔ وہ عوامی طاقت سے میدان میں آئے اور دنیا کی تسلط پسندانہ استعماری طاقت کو شکست دینے میں کامیاب ہوگئے۔(18دسمبر2012، شمالی علاقے کی مسلح افواج کے افسران کے اجلاس سے خطاب)۔ انقلاب اسلامی کی برکت سے دنیا کی بہت سی قومیں بیداری ہوچکی ہیں رہبرانقلاب فرماتے ہیں:"رہبرکبیرانقلاب اسلامی امام خمینی عوام کو میدان میں لانے میں کامیاب ہوگئے، جب لوگ میدان میں آگئے تو پورے وجود کے ساتھ وارد ہوگئے،جان ہتھیلی پررکھ کر سب کچھ انقلاب پر قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ جس سے بند راستے کھل گئے، جو خواب غفلت میں تھے وہ بھی بیدار ہوگئے۔اسلامی انقلاب کی برکت سے آج دنیا کے مختلف ممالک میں لوگ بیدار ہوچکے ہیں۔ (21مارچ2011، حرم مطہررضوی میں عوامی اجتماع سے خطاب)

حکومتی امورعوام کے حوالے کرنا

اسلامی انقلاب کے بعد ملک ایک فردکے بجائے عوام کے حوالے کیا جاچکا ہے، اب ملک میں فیصلے ایک فرد کے بجائے خود عوام کرتے ہیں: رہبرانقلاب اسلامی آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں:" اسلامی انقلاب نے کامیاب ہوتے ہی تمام حکومتی معاملات اور اختیارات عوام کے حوالے کر دیے؛ یعنی پارلیمنٹ' جہاں عوامی امنگوں کے مطابق قانون سازی کی جاتی ہے' پارلیمنٹ کو وجود میں لانے والے عوام ہیں، ان کے ذریعے پارلیمنٹ بنتی ہے اور وہاں عوام کے ہی نمائندے جاتے ہیں اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عوام پر اپنا نمائندہ مسلط کرے۔ ان دو سو ستر نمائندوں میں سے ایک بھی عوام کے ووٹوں کے بغیر پارلیمنٹ میں نہیں آتا۔صدر کا انتخاب، عوام اپنے ووٹوں اور رائے سے کرتے ہیں۔ عوام جس کو چاہیں ووٹ دیتے ہیں۔ یہ پارلیمانی نظام جو ایران میں ہے، حتی بعض مغربی ممالک میں بھی نہیں ہے، ایرانی قوم جس کو صدر منتخب کرتی ہے، اسے احسن طریقے سے جانتی ہے اور ووٹ دیتی ہے۔». (04 جون،1999، تہران میں نماز جمعہ کا خطبہ)

ترجمہ و ترتیب: ڈاکٹرغلام مرتضی جعفری

اسلامی انقلاب کے عالمی نعرے نہ شرقی نہ غربی

ہرتحریک، ہرتنظیم، ہرمذہب اور ہرملک کا کم سے کم ایک شعار اور ایک نعرہ ضرور ہوتاہے، اس مختصر مقالے میں اسلامی انقلاب کے شعار اور نعروں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تحریر: جی ایم جعفری

کچھ چیزیں ایک قوم کے پاس پسندیدہ اور دوسری قوم کےپاس ناپسند ہوتی ہیں؛ ایک زمانے میں اچھی دوسرے زمانے میں بری تصور کی جاتی ہیں؛ لیکن اسلامی انقلاب کے شعار اور نعرے اس قانون سے مستثنیٰ ہیں۔ اس کی اہمیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے، کیونکہ ان شعار اور نعروں کا تعلق انسانی فطرت سے ہے اور انسانی فطرت کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اسلامی انقلاب کے نعرے

ہم ہرچیز کے لئے ایک مفید عمرکا حدمعین کرسکتے ہیں؛ یعنی بہت ساری چیزیں مختصر مدت کے بعد ختم ہوجاتی ہیں، اس کی اہمیت کا خاتمہ ہوجاتاہے، لیکن اسلامی انقلاب کے نعرے ختم ہونے والے نہیں ہیں، قیامت تک جاری و ساری رہیں گے۔ نہ شرقی نہ غربی، جمہوری اسلامی، آزادی، استقلال، اخلاق، روحانیت، عقلانیت، عزت، عدالت، انصاف اور بھائی چارہ یہ وہ نعرے ہیں جن میں سے کسی کا بھی تعلق ایک نسل، ایک معاشرے یا ایک زمانے سے نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ نعرے ایک دور میں چمکیں اور دوسرے دور میں زوال کا شکار ہوکرختم ہوجائیں۔ دنیامیں کسی ایسی قوم کا تصور نہیں کرسکتے ہیں کہ جو اچھی چیزوں کو پسند نہ کرتی ہو۔ اخلاق، روحانیت، عدالت اور انصاف کو پسند نہ کرتی ہو۔ اگرکسی معاشرے میں ان نعروں سے مایوسی پیدا ہوئی بھی ہے تو وہ اس معاشرے کے نالائق حکمرانوں کی وجہ سے ہے۔ یہ مایوسی ان خواص کی وجہ سے ہے جو اپنے ناپاک مقاصد کے حصول کے لئے ان نعروں کا سہارا لیتے ہیں۔ اسلام، دین کامل ہے، جو ہرقسم کے نقائص سے پاک ہے، دین اسلام کے دیئے ہوئے تمام اصول اور قوانین قیامت تک پوری انسانیت کےلئے کارسازہیں۔جب تک انسان ہے تب تک اسلامی قوانین بھی ہیں، وقت کےگزرنےسے اسلامی قوانین کوکوئی نقصان نہیں پہنچتا، وہ پرانے یا ناکارہ نہیں ہوجاتےہیں۔اسلامی انقلاب کے شعار یا نعرے کسی خاص ملک کے لئے نہیں ہیں، ان کا کوئی حد و حدود نہیں ہے۔ یہ نعرے بین الاقوامی ہیں؛ کیونکہ ان نعروں کا ماخذ وحی الھی ہے جو انسانی پاکیزہ فطرت کے عین مطابق ہے۔

نہ شرقی نہ غربی

اسلامی انقلاب کا مشہور ترین نعرہ نہ شرقی نہ غربی ہے، اس نعرے کی وجہ سے بہت سے ممالک سخت خوف کا شکار ہیں۔اس نعرے کا مطلب ملک کے داخلی امور میں غیروں کے تسلط کی نفی ہے۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے ساتھ ہی نہ شرقی نہ غربی نعرے نے عالمی استکبار کومایوس کردیا؛کیوں‌کہ اسی نعرے کے ضمن میں خارجہ پالیسی کےمندرجہ ذیل چند اصول بنائے گئے: ملک میں ہرطرح کی تسلط جوئی اور تسلط پذیری کی نفی؛ ہرطرح کا استقلال اور ملکی سرحدوں کی حفاظت؛ پوری دنیا میں تمام مسلمانوں کے حقوق کا دفاع؛ سامراجی طاقتوں اور استکبار سے کسی قسم کے عہد و پیمان نہ کرنے کا عہد؛ امن پسند حکومتوں سے دوستانہ تعلقات؛ ہر اس معاہدے پر پابندی جو اغیار کے تسلط کا موجب بنے؛ پوری دنیا میں موجود مظلومین کی حمایت اور ظالموں کی مخالفت۔ اس نعرے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی جمہوریہ ایران کے عوام میں استعماری طاقتوں سے مقابلہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوا اور آج دنیا کی کسی طاقت کوجرئت نہیں کہ اسلامی انقلاب کے اندرونی اور بیرونی معاملات میں دخالت کرے۔

انقلاب اسلامی کا نعرہ انصاف

اسلامی انقلاب کے نعروں میں سے ایک انصاف ہے جس کا مقصد نہ صرف ایران؛بلکہ پوری دنیا میں انصاف قائم کرنا ہے،کیونکہ اسلام عدل و انصاف کے محور پر قائم ہے اور لوگوں کو ذاتی اور سماجی میدان میں عدل و انصاف کی دعوت دیتا ہے۔ چونکہ انسانی وجود، روحانی اور جسمانی لحاظ سے مختلف چیزوں اور ضروریات کا محتاج ہے؛ لہذا جب انسان اپنی ضروریات کوپورا نہ کرسکے توایک قسم کی بغاوت پراترآتا ہے۔ انسان کی مادی اور روحانی ضروریات میں آئے روز اضافہ ہورہا ہے اور آج کا یہ مادی نظام ان ضرورتوں کو پورا کرنے کا اہل نہیں ہے۔ ضرورتیں اخلاقیات کی بنیاد پر بنتی ہیں اور انصاف جو کہ "وضع شيء في موضعه" کا نام ہے اور سادہ لفظوں میں حقدار کو اس کا حق دینے کو ہی انصاف کہا جاتا ہے؛ لیکن آج کے دنیوی اور مادی نظام میں اس تعریف کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ آج کی دنیا کے نام نہاد انصاف پسند حکومتیں اور تحریکیں صرف اسی چیز کو منصفانہ قرار دیتی ہیں جو ان کے فائدے میں ہے۔ یہ ان کو معلوم ہی نہیں ہے کہ آزادی، اخلاقیات، روحانیت،

انصاف، غیرت، عقلانیت اور بھائی چارے جیسے مفاہیم کبھی بھی اپنے اعلیٰ مقام سے ہٹ کر انسان کی خود غرضی اور حب النفس کے دائرے میں شامل نہیں ہوں گے، یہ ایک ایسا اعلیٰ مقام ہے جو مذہبی، اخلاقی اور باصلاحیت لوگ ہی اس تک پہنچ سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مفاہیم اسلامی انقلاب کے بعد ایک بارپھرانسانی دلوں کے اندر جگہ بنا چکے ہیں۔

عدل و انصاف فراہم کرنے میں حکام کا کردار

رہبرانقلاب اسلامی فرماتے ہیں:«اگر معاشرے کے خواص اور حکام اخلاقیات، عدالت، انصاف روحانیت اور آزادی جیسے امور کے پابند ہوں گے تو ہمارا پورا معاشرہ اسی رنگ میں رنگ جائے گا»؛ یعنی ہمارا معاشرہ، انصاف پسند، عدالت پسند اور روحانیت پسند ہوگا، اخلاقیات سے سرشار ہوگا؛ لہٰذا ان نفیس امور کے ہونے، نہ ہونے یا کم رنگ ہونے میں معاشرے کے خواص کی گفتگو اور طرز عمل پر منحصر ہے۔ مثال کے طور پر، ایک معاشرے کا ماحول بتدریج تبدیل ہوتا ہے، معاشرے کو مذہبی بھی بنایا جاسکتا ہے اور لادین بھی، باوقار بھی بنایا جاسکتاہے اور بےوقار بھی اور اس کے وقار میں کمی تب آتی ہے جب معاشرےکے خواص اور حکام نام نہاد بین الاقوامی سیاسی کھیلوں میں ملوث ہوتے ہیں۔لہو و لعب کا شکار ہوکر انسانی اقدار کا سودا کرتے ہیں۔ ملک کو آزادی تب ملتی ہے؛ جب ملک کے خواص اور حکام خود آزاد اور مستقل ہوں، اپنے فیصلے خود کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ دنیا کی سیاسی کھیل کا شکار نہ ہوتے ہوں۔ جس ملک کے خواص اور حکمران اندرونی طاقت اور صلاحیتوں پر توجہ دینے کے بجائے باہر کی طرف دیکھتے ہیں

اور غیروں سے امیدیں وابستہ رکھتے ہیں، ملکی مشکلات اندرونی وسائل کے ذریعہ حل کرنے کے بجائے بیرونی ممالک سے بھیک مانگ کرحل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کبھی اپنے شہریوں کو انصاف نہیں دلاسکتے اور نہ ہی ملک کو ایک آزاد ریاست بناسکتے ہیں۔ ایسے ممالک آزادی کے بجائے دوسروں (خاص کر شیطانی قوتوں) کےغلام ہی رہتے ہیں۔(حسین علی رمضانی، شعارهای انقلاب اسلامی در بیانیه گام دوم انقلاب،مهرنیوز)

عقلانیت

اسلامی انقلاب کے نعروں میں سے ایک عقلانیت ہے، جس ملک میں عقلیت کا بول بالا ہے وہ ملک کبھی شیطانی تبلیغات سے متاثرنہیں ہوتاہے، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے منفی تبلیغات ان کو اپنے اہداف تک رسائی سے نہیں روک سکتی ہیں۔ عقلانیت معاشرے کے افراد میں تجزیہ تحلیل کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ جس معاشرےمیں عقلانیت کا راج ہو وہ معاشرہ کبھی بھی غیروں کے اشاروں پر خود کوکمزور نہیں کرتاہے۔ عقلی طور پربالغ معاشرے میں اتحاد قائم رہتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر فسادات نہیں ہوتے ہیں۔ عقلانیت سے سرشار معاشرہ اپنی مشترکات کو

مدنظرکھ کرہمیشہ آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

بھائی چارہ

اسلامی انقلاب کے نعروں میں سے ایک بھائی چارہ اور برادری ہے، اخوت اور برادری کا مطلب ہرقسم کے نسلی، مسلکی اور لسانی تعصبات سے پاک ہوکر ایک رنگ میں رنگ جانا ہے۔ اللہ کی رضا کےلئے نیک اہداف مد نظررکھ کرشائستہ افراد کی حمایت کرنا، انا پرستی کے بتوں کو توڑ کرمعاشرے کے ہرفرد کا احترام کرنا ہی اخوت کہلاتا ہے۔ ایسے معاشرےمیں رنگ و نسل، قومیت اور لسانیت صرف ایک پہچان بن جاتی ہے اور اصل معیار، انسانیت قرار پاتی ہے۔ برابری اور برادری کے تحت ہی فیصلے ہوتے ہیں۔ اگرکسی کوبرتری حاصل ہوگی تو وہ تقوی الہی کی وجہ سے ہوگی۔ جیسے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "يَا أَيُّهَا النَّاس إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَ أُنثَى وَ جَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ "؛ (حجرات / آیه ۱۳). اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگارہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔

اللہ کے نزدیک سارے فرزندان آدم حقوق کے اعتبار سے برابر ہیں؛ کسی کو کسی پر نسل کی وجہ سے، رنگ کی وجہ سے، قد کی وجہ سے شکل کی وجہ سے، علاقے کی وجہ سے، زبان کی وجہ سے، ملک کی وجہ سے، کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے؛ لہذا ہرقسم کی نسل اور نژاد پرستی اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اگراللہ تعالی نے انسانوں کو مختلف قبائل کے شکل میں پیدا کیا ہے تو صرف پہچان کےلئے ہے، ایک دوسرے پر فخرفروشی کےلئے نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم کی کچھ دوسری آیتوں میں بھی نسل پرستی، نیشنلزم اور جاہلانہ نعروں کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔۔(نساء/1.) ؛ اے لوگو! اللہ سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے خلق کیا ہے۔

قرآن کریم نے نسل پرستی اور نیشنلزم کو ایک افسانہ قرار دیتے ہوئے ہرقسم کی لسانی اختلافات، نسلی اختلافات، علاقائی اختلافات کو محکوم کیا ہے، انسان اپنی زبان، رنگ، نسل اور علاقےپرفخر نہیں کرسکتا ہے، یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ (روم/22)؛ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق (بھی) ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف (بھی) ہے، بیشک اس میں اہلِ علم (و تحقیق) کے لئے نشانیاں ہیں۔

بدخواہ دشمن

اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمنوں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ اسلامی معاشرے کو کسی بھی طریقے سے

پارہ پارہ کیا جائے، افتراق اور دشمنی ایجاد کی جائے، مسلمانوں کے درمیان کسی بھی صورت میں اتحاد برقرار نہ ہونے پائے۔ یہ خواہش نہ تنہا ہمارے ہم عصر دشمنوں کی ہے؛ بلکہ جس دن پیغبراکرم نے مسلمانوں کے درمیان برادری ایجاد کی اس وقت سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اسلام دشمن عناصر نے ہرزمانے میں مسلمانوں اور مومنوں کے درمیان اختلاف ڈالنے کی مزموم کوشش کی ہے۔(غلام مرتضی جعفری، خوشحال زندگی کا معیار، قرآن اور ماڈرن سائکلوجی کا تقابلی جائزہ، ص45)۔

اسلامی اخوت کے آثار

اخوت اور برادری کے تجلیات اور مظاہرمیں سے ایک یہ ہے کہ بھائی، بھائی کی ناموس، جان، عزت اور آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔(غلام مرتضی جعفری، خوشحال زندگی کا معیار، قرآن پاک اورماڈرن سائکلوجی کا تقابلی جائز، ص، 28۔) اس نکتے کی طرف پیغمبراکرم نے منی کے میدان میں مسلمانوں کے ایک عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آج کا دن نہایت اہمیت کا دن ہے؛ کیونکہ یہ دن اللہ تعالی کے نزدیک عظمت والا دن ہے۔ منی کی سرزمین بھی محترم اور عظمت والی ہے اور جس مہینے (ذی الحجہ)میں ہم ہیں وہ بھی نہایت عظیم مہینہ ہے۔ اے لوگو! ((یَا أَیُّهَا النَّاسُ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا ؟ قَالُوا يَوْمٌ حَرَامٌ ، قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا ؟ قَالُوا بَلَدٌ حَرَامٌ ، قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا ؟ قَالُوا شَهْرٌ حَرَامٌ ، قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا ، فَأَعَادَهَا مِرَارًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ؟ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟)۔ پیغمبراکرم نے اللهم هل بلغت کا لفظ تین بار تکرار فرمایا۔ کیا میں نے پہنچایا کیا میں نے پہنچایا؟؟ گویا یہ حکم خدا تھا۔ (جعفرسبحانی، نظام سیاسی اخلاق، ص73۔)۔

اسلامی انقلاب کی طاقت کاسرچشمہ

اسلامی انقلاب کی طاقت کاسرچشمہ، اخوت اور بھائی چارہ ہے۔ اگر ایران آج دنیا کی استعماری طاقتوں کے سامنے پوری طاقت کےساتھ کھڑا ہے تو اس کی اصل وجہ اخوت اور برادری ہے۔ اتحاد ہے؛ لہذا کسی بھی ملک کی شاندار کامیابی کا اہم ترین راز، معاشرے کے افراد کے درمیان ہم آہنگی اور اتحاد ہے۔

اتحاد اور اخوت کے ذرائع

دو انسانوں کے درمیان نزدیک ترین رابطہ اخوت اور برادری کا رابطہ ہے۔ باپ بیٹے کا رابطہ اور پیوند اگرچہ مستحکمتر اور مضبوط ہے؛ لیکن یہ پیوند ایسا ایک پیوند ہے جو ایک سطح کا نہیں ہے؛ یعنی ان کی زندگی ایک سطح کی نہیں ہے، زمان کے لحاظ سے، موقعیت اور شخصیت کے اعتبار سے، مراتب اور احترام کے اعتبار سے، فرق ہے، باپ کا احترام بیٹے کی نسبت زیادہ ہے، ایک باپ ہونے کے ناطے۔ جو ہرلحاظ سے برابر ہیں وہ پیوند برادری، الفت برادری، محبت برادری ہے۔ جو زمانے، احترام اور شخصیت کے اعتبارسے تقریبا برابرہے وہ اخوت اور برادری ہے۔).غلام مرتضی جعفری، خوشحال زندگی کا معیار، قرآن پاک اورماڈرن سائکلوجی کا تقابلی جائز، ص، 20۔) یہ ایک ایسا رابطہ اور پیوند ہے جو ہرمعاشرے میں مورد احترام ہے؛ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے مستحکم ترین رشتہ کو اخوت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انما المومنون اخوہ؛ یعنی تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں،اسلام نے تاریخ بشریت میں پہلی بار کئی میلین انسانوں کو بھائی بھائی بنانے کا نعرہ لگایا اور کہا انما المومنون اخوہ؛ لہذا کسی بھی تحریک کی تشکیل کے لئے کچھ خاص وسائل کی ضرورت ہوتی ہے، امت کے درمیان ہم آہنگی اور اتحاد کا بہترین وسیلہ دین اور ایمان ہے: جیسے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّـهِ الْإِسْلَام (عمران / 19)" (اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے)۔ دوسری آیت میں ارشاد ہورہاہے: "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيناً" (مائدہ / ۳)۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔(ترجمہ شیخ محسن نجفی) حقیقت امر یہ ہے کہ کفار نے دین اسلام کی دعوت کو پھیلنے سے روکنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا؛ لیکن انہیں ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، ان کی آخری امید یہ تھی یہ دین اس کے بانی کے جانے سے ختم ہو جائے گا اور یہ دعوت اس کے داعی کی موت سے مٹ جائے گی؛ کیونکہ اس کی کوئی اولاد نرینہ بھی نہیں ہے اور بہت سے سلاطین اور شان و شوکت والے بادشاہان کے موت کے منہ میں جانے کے بعد ان کے نام و نشان مٹ گئے اور ان کے قبر میں جاتے ہی ان کی حکومتوں کو زوال آیا اور جب رسول اللہ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بحکم خدا اپنے بعد اس دین کے محافظ کا تعارف کرایا۔ جیسے کہ حضرت رسول اکرم ص نے فرمایا: "إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا- كِتَابَ اللَّهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي وَ إِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ" میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کرجارہا ہوں، اگر ان سے متمسک رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوجاوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت ہے، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے؛ یہاں تک کہ حوض کوثرمیں میرے پاس آئیں گے۔

اسلامی انقلاب سے پہلے رونما ہونے والے واقعات پر ایک نظر

ترجمہ: ڈاکٹرغلام مرتضی جعفری

بختیار، امریکا اور شہنشاہی فوج کے باقیات کی بھرپور حمایت سے ایران میں ایک سیکولرحکومت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا؛ لیکن امام خمینی جیسے عظیم لیڈر کی موجودگی کی وجہ سے وہ اپنے ناپاک منصوبے کو عملی جامہ نہیں پہناسکا۔

اس مقالے میں تحریک انقلاب کے آغاز سے لے کر حضرت امام خمینی کی ایران آمد تک رونما ہونے والے اہم واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

امام خمینی کی تہران آمد

حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالی علیہ نے 12 بہمن سنہ 1357 ہجری شمسی مطابق یکم فروری 1979 کو15 سال کی جلا وطنی کے بعد ایران کی سرزمین پر قدم رکھا اور ایران کی بہادر و جانثار قوم نے آپ کابے نظیر استقبال کیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید ہی تاریخ کے کسی دور میں عوام نے کسی محبوب رہنما کا اس طرح کا استقبال کیا ہو۔حضرت آیت اللہ العظمی روح اللہ موسوی الخمینی تہران کے مہرآباد ائیرپورٹ پر مختصرخطاب کےبعد اسلامی انقلاب کے شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے کےلئے قبرستان بہشت زہرا تشریف لے گئے؛ جہاں انہوں نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں اس قوم کے تعاون اور حمایت سے اسلامی حکومت قائم کروں گا۔ امام کی آمد کے دس روز بعد ایران میں2500 سالہ شہنشاہی دور حکومت کا خاتمہ ہوا اور اسلامی حکومت قائم ہوئی۔

انقلابی تحریک کا آغاز

19 اگست 1953 کو امریکی فوجی بغاوت کی وجہ سے ملک میں خوفناک ماحول شدت اختیار کرچکا تھا؛ عوام نے امام خمینی اور علماء کی قیادت میں ریاستی اور صوبائی ایسوسی ایشن بل کے منظور کنندگان کی مخالفت کی اور وزیراعظم اسداللہ علم پسپائی اختیار کرنے پرمجبور ہوئے۔

حکومت کے خلاف مظاہروں کی دعوت

وزیراعظم اسداللہ کی پسپائی کے باوجود امام خمینی نے انقلابی تحریک کو جاری رکھتے ہوئے عوام کو شاہی حکومت کی من مانی اور پالیسیوں کے خلاف مظاہرے جاری رکھنے کی دعوت دی۔ امام خمینی نے 26 جنوری 1963 کو سفید انقلاب کے نام سے امریکی ریفرنڈم کی بھرپورمخالفت کا اعلان کیا۔ واضح رہے کہ سنہ 1342شمسی کو محمد رضا پہلوی نے سفید انقلاب کے نام سے اصلاحات کا آغاز کیا اور یہ طے پایا تھا کہ امریکی اشاروں پر ہونے والے اصلاحات کے شقوق رفرنڈم کے بعد اجراء ہونگے؛ لیکن امام خمینی نے بھرپور مخالفت کرکے ناکام بنادیا۔

مدرسہ فیضیہ پرحملہ

22مارچ 1963 امام جعفرصادق علیہ السلام کی شہادت کے موقع پر حکومت نے مدرسہ فیضیہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا، فوجی اور پولیس اہلکاروں کی ایک بڑی تعداد مدرسہ فیضیہ میں داخل ہوگئی۔ سیکیورٹی فورسز کے حملوں میں متعدد علمائے کرام اور طلاب شہید یا شدید

زخمی ہوئے جس کی وجہ سے حکومت کے خلاف جذبات میں مزید اضافہ ہوگیا۔

سیاست اور دین کا رشتہ

سیاست کا دین کے بغیر تصور استعماری سازشوں میں سے ایک سازش ہے۔ استعمار کئی سالوں کے تجربات کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کے مفادات کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ، الہی آئین اور اس کے اجتماعی قوانین ہیں؛ لہذا استعمار کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ سیاست کو دین سے جدا رکھے؛ تاکہ اپنے مقاصد و عزائم حاصل کر سکے۔ امام خمینی نے فرمایا کہ سیاست دین سے جدا نہیں ہے، سیاست دین کا حصہ ہے، دین اور سیاست کا آپس میں نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے؛ لہذا امام خمینی نے علمائے کرام اور عوام سے حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی اپیل کرتے ہوئے فرمایا: شاہ ایران کا امریکا سمیت استعماری طاقتوں پر انحصار ملکی مفادات کے خلاف ہے۔ شاہ کے اسرائیل کے ساتھ خفیہ تعلقات اور پس پردہ اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ تعلقات بڑھانا؛ اسلامی قوانین کی سرعام دھجیاں اڑانا؛ لوگوں کی ذاتی زندگی میں دخالت کرکے آزادی سلب کرنا وغیرہ اب ناقابل تحمل ہے؛ شرعا سب کی ذمہ داری ہے کہ حکومت کے خلاف آواز بلند کرکے اس کا خاتمہ کرنے میں مدد کریں۔

امام خمینی کی گرفتاری پرمظاہرے

جب حکومت نے دیکھا کہ علماء اور عوام امام خمینی کی تقاریر سے سخت متاثر ہیں اور کسی بھی وقت حکومت کا خاتمہ ہو سکتاہے۔ حکومت نے امام خمینی کو گرفتار کرکے تہران میں جیل بھیج دیا۔(بازخوانی سخنرانی تاریخی امام در آستانہ 15 خرداد 1342»، پرتال امام خمینی)۔ امام خمینی کی گرفتاری کی خبرپورے ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی اور شمسی سال 15خرداد 1342 کو ایران کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں لوگ سڑکوں پرآگئے۔حکومت نے مظاہرین کے خلاف طاقت کا استعمال کیا اور متعدد افراد شہید یا زخمی ہوگئے۔ بڑے پیمانے پر عوامی مظاہروں سے شاہ کی حکومت سخت خوف میں مبتلا ہوگئی اور بہت سے انقلابی تحریک کے رہنماؤں کوگرفتار کرکے جیل بھیج دیا گیا۔ علمائے کرام اور عوامی مظاہروں کی وجہ سے امام خمینی کوجیل سے رہا کرکے نظربندکردیا گیا۔(بازخوانی سخنرانی تاریخی امام در آستانہ 15 خرداد 1342، پرتال امام خمینی)۔

امام خمینی کی رہائی

امام خمینی7 اپریل 1964 کو جیل سے رہا ہوکر قم شہرمنتقل ہوگئے۔ حکومت خیال کررہی تھی کہ اب امام خمینی اور علمائے کرام حکومت کے خلاف کچھ نہیں کہیں گے؛ لیکن حکومتی گمان کے برخلاف امام خمینی نے 26 اکتوبر1964 کو ایران میں امریکی فوجیوں اور شہریوں کے استثنی سے متعلق قانونی مسودے اور حکومت کے خلاف سخت تقریرکی اور عوام کو حکومتی اقدامات سے آگاہ کیا۔

امام خمینی کی ملک بدری

امام خمینی کی تقریرسے شاہی حکومت سخت خوف میں مبتلا ہوئی اور فوری طور امام خمینی کو ایک بار پھر گرفتار کرنے کا حکم جاری کیا گیا۔4 نومبر1964 کو سیکیورٹی اہلکاروں نے امام خمینی کے گھرکا محاصرہ کیا۔ امام خمینی کو گرفتارکرکے تہران ہوائی اڈہ منتقل کیا گیا، جہاں سے ایک فوجی طیارے کے ذریعے ترکی منتقل کیا گیا۔ امام خمینی 05 اکتوبر 1965 کو ترکی چھوڑ عراق منتقل ہونےپرمجبور ہوئے۔ کئی سال نجف اشرف میں مقیم رہے جو امام کی زندگی کے سرسخت ترین سالوں میں سےتھے۔ نجف میں موجود بعض مذہبی افراد کی بےحسی ایک تلخ حقیقت کے طور پر عیاں ہوچکی تھی؛ لہذا نجف اشرف کی حالت دیکھ کرامام خمینی مزید دکھی ہوئے۔ اب صرف ایرانی شہنشاہی حکومت ہی امام خمینی کی انقلابی تحریک کی مخالف نہیں تھی، امام خمینی کو ایک مقدس نما افراد کی مخالفت کا بھی سامنا تھا۔ اس کے علاوہ عراقی حکومت کی جانب سے بھی مخالفین کی حمایت امام خمینی کے راہ میں دشواریاں پیدا کرچکی تھی۔اس کے باوجود امام خمینی نے انقلابی تحریک کے سلسلے کو جاری رکھا۔

دینی طلاب کی تربیت

امام خمینیؒ کی نجف میں 13 سالہ اقامت کا آغاز ان حالات میں ہوا کہ اگرچہ بظاہر ایران اور ترکی کی طرح کا براہ راست دباؤ نہیں تھا تاہم کچھ عالم نما اور دنیا پرست افراد کی جانب سے مخالفت، عہد شکنی اور طعنہ زنی بہت زیادہ تھی کہ جس کا ذکر امامؒ نے اپنی پوری جدوجہد کی تاریخ میں بڑی تلخی سے کیا ہے۔ مگر ان مصائب میں سے کوئی بھی امامؒ کو اپنی منزل سے دور نہیں کر سکا۔

جب امام خمینی کو معلوم ہوا کہ حوزہ علمیہ نجف اشرف میں دینی طلاب کی ایک کثیرتعداد، دنیائے سیاست سے بالکل دور، فقہ، اصول، احکام اور دیگر عبادی اور ذاتی امور میں نہ صرف مصروف ہے؛ بلکہ کبھی کبھار دشمن کے سازشوں کا شکار ہوکر انقلابی تحریک کےخلاف بیان بازی بھی کرتی ہے تو امام خمینی نے ان طلاب کی سیاسی تربیت کا فیصلہ کیا۔ امام خمینیؒ نے تمام تر مخالفتوں اور عہد شکنیوں کے باجود مسجد شیخ انصاریؒ میں درس خارج کا آغاز کیا۔ آپ کا حلقہ درس حوزہ علمیہ نجف اشرف کے دروس میں کیفیت و کمیت کے اعتبار سے ایک نمایاں ترین درس کے عنوان سے معروف ہوا۔ اور روزانہ طالب علموں

کی بڑی تعداد شریک ہونے لگی۔امام خمینی نے درس کے علاوہ اپنے تقاریر میں علمائے کرام اور طلاب کو سیاسی شعور دینے کی کوشش کی جس کا سلسلہ پیرس ہجرت تک جاری رہا۔

ایرانی عوام سے رابطہ

امام خمینیؒ نے نجف میں سکونت اختیار کرنے کے بعد بھی خطوط اور دیگر وسائل کے ذریعے انقلابی عوام کے ساتھ رابطہ برقرار رکھا اور ہر مناسبت پر انہیں ۱۵ خرداد کے اہداف پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ امام خمینیؒ نے جلا وطنی کے بعد سختیوں کے باوجود کسی بھی وقت جدوجہد سے ہاتھ نہیں اٹھایا اور اپنے خطابات اور پیغامات کے ساتھ دلوں میں کامیابی کی امید کو زندہ رکھا۔

فلسطین کی حمایت

امام خمینیؒ نے شمسی سال 19 مہر 1347 کو فلسطین کی تنظیم الفتح کے نمائندے سے گفتگو کے دوران عالم اسلام اور فلسطینی قوم کے جہاد سے متعلق اپنے نقطہ نظر کی تشریح کی اور اسی انٹرویو میں زکات کی رقوم کو فلسطینی مجاہدین سے مختص کرنے پر مبنی فتویٰ جاری کیا۔

ایران عراق آبی تنازعہ

شمسی سال 1348(1970)کو شاہ کی حکومت اور عراق کی حزب بعث کے مابین آبی حدود کا تنازعہ زور پکڑ گیا۔ عراقی حکومت نے عراق میں مقیم متعدد ایرانیوں کو انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ملک بدر کر دیا۔ حزب بعث نے بہت کوشش کی کہ ان حالات میں امام خمینیؒ کی ایرانی حکومت کے ساتھ دشمنی کا فائدہ اٹھائے مگر انہیں کامیابی نہیں مل سکی۔

انقلابی کارکنوں میں اضافہ

امام خمینیؒ کی نجف اشرف میں چار سالہ تدریس سے حوزہ نجف کا ماحول کچھ حد تک تبدیل ہو چکا تھا۔ اب میں اندرون ملک کے بے شمار مجاہدین کے علاوہ عراق، لبنان اور دیگر اسلامی ممالک کے بہت سے سرگرم انقلابی کارکنوں میں اضافہ ہوتا گیا اور امام خمینیؒ کی انقلابی تحریک مزید طاقتور ہوگئی۔

عراق سے پیرس ہجرت

نیویارک میں ایران و عراق کے وزرائے خارجہ کی ملاقات میں امام خمینیؒ کو عراق بدر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں عراقی فورسز نے شمسی سال ۲ مہر سنہ 1357(24 ستمبر1978) کو نجف اشرف میں امام خمینی کے گھر گھیرے میں لے لیا۔ اس خبر سے ایران، عراق اور دیگر اسلامی ممالک کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ 12 مہر(04 اکتوبر) کو امام خمینیؒ نجف سے کویت کیلئے روانہ ہو گئے۔ کویت کی حکومت نے ایرانی حکومت کے ایما پر امامؒ کے ملک میں داخلے پر پابندی لگا دی۔ پہلے امامؒ کی لبنان یا شام ہجرت کی باتیں ہو رہی تھی؛ مگر آپ نے اپنے فرزند (حجۃ الاسلام حاج سید احمد خمینیؒ) سے مشورے کے بعد پیرس ہجرت کا ارادہ کر لیا چنانچہ 14 مہر (6اکتوبر)کو آپ پیرس پہنچ گئے۔ دو دنوں کے بعد پیرس کے مضافاتی علاقے نوفل لوشاتو میں ایک ایرانی کے گھر میں رہائش پذیر ہوئے۔

سیاسی سرگرمیوں سے باز رہنے کاحکم نامہ

فرانس کے ایوان صدر کی جانب سے امام خمینی کو ہر طرح کی سیاسی سرگرمیوں سے باز رہنے کا حکم نامہ موصول ہوا۔ آپ نے اپنے سخت رد عمل میں کہا کہ اس طرح کی پابندیاں ڈیموکریسی کے دعوے کے خلاف ہیں۔ امام خمینی نے جواب میں کہا کہ اگر مجھے مجبور کردیا جائےکہ ایک ائیر پورٹ سے دوسرے ائیر پورٹ اور ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل ہوتا رہوں تو پھر بھی میں الٰہی اہداف سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

امریکی افواج اور جاسوسوں کا مرکز

شہنشاہی حکومت نے ایرانی عوام پر غیروں کو مسلط کیا ہوا تھا؛ ایسا لگتاتھا کہ ملک میں حکومت شاہ کی نہیں؛بلکہ امریکیوں کی ہے۔ ایران میں عوام کی آزادی چھین کرغیر ملکیوں کے لیے اس قدر تحفظ فراہم کیا گیا کہ ملک کو ہزاروں فوجی اہلکار اور سیاسی ماہرین کےعلاوہ، اسرائیل اور یورپی جاسوسوں کی آماج گاہ بنادیا گیا تھا۔ ایران میں 60 ہزار امریکی فوجی مشیر تھے۔ جو شہنشاہی حکومت کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے تجاویز دیتے تھے۔

ایرانی تیل سے امریکی مفادات کا تحفظ

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے پہلے، یومیہ 60 لاکھ بیرل تیل کی پیداوار سے حاصل ہونے والی آمدنی سے امریکی جاسوسی مراکز اور متعدد خفیہ اڈوں کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔ اس کےعلاوہ اسی پیسوں سے امریکی افواج کےلئےمیزائل اور جدید ہتھیاروں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تیارکیا گیا۔ ایرانی قوم کے پیسوں سے سوویت کے خلاف نیٹو اور امریکی مفادات کا تحفظ کیا گیا۔اسی طرح مغربی بلاک کے مطلوبہ منصوبوں کوپایہ تکمیل تک پہنچانے کےلئے ایرانی سرمائے کا بے دریغ استعمال کیا جاتا رہا۔ ان حالات میں ایرانی عوام کی معیار زندگی پستی کا شکار رہی اور افرادی قوت خرید میں بھی کمی ہوتی گئی؛ ان وجوہات کی وجہ سے ایرانی عوام سخت مشکلات سے دوچارہوئے۔

ساواک کے جرائم

شاہ کی سیکیورٹی آرگنائزیشن (SAVAK) کے جرائم اور تشدد کی کہانی اس قدر افسوسناک اور اندوھناک ہے کہ

ناقابل بیان ہے۔ حکومت کی جانب سے ہرسال شہنشاہی حکومت کی سالگرہ کا جشن رکھا جاتا تھا، جس میں دنیا بھرسے سینکڑوں غیرملکی صدور اور اعلی عہدہ داروں کو بلاکرکروڑوں ڈالرخرچ کیا جاتا تھا؛ جبکہ ملک کے اکثر دیہی علاقے ابتدائی سہولیات سے محروم تھے، سڑکیں، اسکول اور اسپتال کا نام و نشان تک نہیں تھا؛ یہاں تک دارالحکومت کے مضافاتی علاقے بھی ابتدائی سہولیات سے محروم تھے۔

انقلابی تحریک میں سید مصطفی خمینی کا کردار

سیدمصطفی خمینی انقلابی تحریک کے فعال افراد میں سے تھے۔ وہ انقلاب اسلامی کے بانی و رہبر امام خمینی کے بڑے بیٹے تھے۔ وہ فقہ، اصول اور تفسیر سمیت مختلف موضوعات میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ سید مصطفی خمینی شروع سے ہی پہلوی حکومت کے خلاف امام خمینی کی انقلابی تحریک کے فعال اراکین میں سے تھے۔ 15 خرداد کے قیام میں امام خمینی کی گرفتاری کے بعد انہوں نے ان کی آزادی اور ان کی غیر موجودگی میں انقلابی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے بہت کوششیں کیں۔ اس عرصہ میں وہ اشتہارات اور اعلامیوں کے ذریعے امام خمینی کے پیغامات عوام تک پہنچاتے رہے۔ امام خمینی کی گرفتاری اور ان کے جلا وطن ہونے کے کچھ عرصہ بعد ساواک نے انہیں بھی ملکی امنیت کے خلاف اقدامات کے الزام میں گرفتار کرکے ترکیہ جلال وطن کردیا وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد عراق منتقل ہوئے۔ سید مصطفی خمینی (رح) تقریباً 13/ سال تک حوزہ علمیہ نجف اشرف میں تدریس، تألیف اور دینی علوم کے طلاب کی تربیت میں مشغول رہے اور اپنی علمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ انقلابی تحریک کے اراکین سے بھی رابطہ میں رہے۔

سید مصطفی خمینی کی شہادت

سید مصطفی خمینی کے سیاسی نظریات منجملہ تحریک آزادی فلسطین کی حمایت اور علوم اسلامی کے سلسلہ میں ان کے علمی تنقیدی افکار نے حوزہ علمیہ نجف اشرف میں انہیں قابل توجہ مقام عطا کیا۔ ان کی فعالیتوں سے دشمن سخت خوف کا شکار تھا؛ یہی وجہ ہے کہ انہیں زہردیا گیا اور جام شہادت نوش کرگئے۔

سید مصطفی کی شہادت نے انقلابی تحریک میں جان ڈال دی

سید مصطفی کی شہادت کی خبرنے ایک بارپھرانقلابی تحریک میں جان ڈال دی اور پوری قوم نے امام خمینی کے اہداف کے لئے جان تک قربان کرنے کا عہدکیا۔ اسی سال 19 جنوری1978 کو شاہ نے روزنامہ اطلاعات میں امام خمینی اور علمائے کرام کے خلاف ایک توہین آمیزکالم شائع کیا، جس پرشدید مظاہرے ہوئے اور حکومتی سیکورٹی اہلکاروں کے حملوں میں متعدد افراد خاک و خون میں غلطاں ہوگئے۔ لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ امام خمینی پوری قوم کو شاہ کے خلاف متحد کرنےمیں کامیاب ہوگئے، ملک کے مختلف شہروں خاص کرتہران، مشہد، یزد، شیراز اور قم میں حکومت کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے اور روزبروز مظاہروں میں اضافہ ہوتا گیا۔ حکومت نے مظاہرین کے خلاف کارروائی کی جس کے نتیجےمیں متعدد شہادتیں ہوئیں؛ مذکورہ تاریخ کو شہید ہونے والے شہداء کے چہلم کے موقع پر قم اور دوسرے شہروں میں اعتراضات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔ ان مظاہروں میں روز بروز شدت آتی گئی؛ یہاں تک کہ 16 جنوری سنہ 1979ء کو شہنشاہ ایران محمد رضا پہلوی ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔یہ خبر تہران شہر اور پھر پورے ایران میں پھیل گئی۔ بس پھر کیا تھا عوام سڑکوں پر نکل آئی اور ہر طرف جشن کا سماں تھا۔ پورا ملک نعرہ تکبیر سےگونج اٹھا۔

منبع: نگاهی اجمالی بر حوادث نهضت از آغاز تا ورود حضرت امام به ایران، برگرفته از کتاب کوثر، ج3.

http://www.imam-khomeini.ir/fa/n25324/

رہبرانقلاب کی نگاہ میں اسلامی انقلاب کا دوسرا چالیس سالہ مرحلہ

رہبرمعظم حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای نے انقلاب اسلامی کی کامیابی کے چالیس سال مکمل ہونے پر قوم اور ملت اسلامیہ کو مبارک باد دیتے ہوئے 'انقلاب اسلامی کا دوسرا قدم' کے عنوان سے، انقلاب اسلامی کے گزشتہ چالیس سالوں کی حیرت انگیز کامیابیوں کا ذکرکیا اور آئندہ چالیس سالوں کےلئے متعدد کلیدی تجاویز پیش کیں۔ اسلامی انقلاب کے دوسرے چالیس سالہ مرحلے کے متعلق رہبرانقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے ماضی، حال اور مستقبل کا ایک خوبصورت تجزیہ پیش کیا ہے؛ جس کاخلاصہ ہم اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہےہیں۔

ملت اسلامیہ کا منشور

رہبرمعظم کا 'انقلاب کا دوسرا قدم' کے عنوان سے بیان 'خودسازی، سماج سازی اور تمدن سازی' کے لئے ایک منشورہے، جس پرعمل کرکے ایران سمیت پوری ملت اسلامیہ، زندگی کا ایک نیا باب رقم کرسکتی ہے۔

نوجوان طبقہ توجہ کا مرکز

رہبرانقلاب اسلامی نے اپنے بیان میں خاص طور پر نوجوانوں کو مخاطب قرار دیا ہے؛ یعنی انقلاب اسلامی کے اگلے چالیس سالوں میں ترقی کا ضامن موجودہ دور کے نوجوان ہیں۔ رہبرانقلاب نے اپنی تقریر کے دوران 40مرتبہ نوجوانوں کو مخاطب قرار دیا۔ اس سے پتہ چلتاہے کہ رہبرمعظم کی نظرمیں نوجوان طبقہ ہی انقلاب اسلامی کا بنیادی اثاثہ ہیں؛کیونکہ کسی بھی معاشرےکے اصلاح میں سب سے بڑا کردار جوانوں کا ہوتا ہے؛ سب سے پہلا کام خود سازی اور تذکیہ نفس ہے؛ اگرہم خودسازی میں کامیاب ہوگئے تومعاشرہ خود بخود اصلاح ہوجائےگا۔ رہبرانقلاب فرماتےہیں: اب تک جو راستہ طے ہوا ہے وہ اسلامی جمہوری نظام کے اعلی اہداف تک رسائی کے پرافتخار راستے کا ایک چھوٹا حصہ ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ آئندہ ماضی جیسی دشواریوں والا نہیں ہوگا؛ آنے والا راستہ آپ نوجوانوں کی بلند ہمتی، ہوشیاری، سرعت عمل اور جدت عملی کے ذریعے طے ہونا چاہئے۔ رہبرانقلاب فرماتےہیں: نوجوان عہدیداران، نوجوان کارکنان، نوجوان مفکرین، نوجوان سرگرم عناصر، تمام سیاسی، اقتصادی، ثقافتی، بین الاقوامی میدانوں اور دین، اخلاق، روحانیت اور مساوات کے شعبوں میں ذمہ داریاں سنبھالیں، اپنے پیشرو افراد کے تجربات سے استفادہ کریں، انقلابی نگاہ، انقلابی جذبہ، جہادی طرز عمل کو بروئے کار لائیں اور وطن عزیز ایران کو ترقی یافتہ اسلامی نظام کا مکمل نمونہ بنائیں۔

(رہبر انقلاب اسلامی کا بیان،'انقلاب کا دوسرا قدم'، چالیس سالہ سفرکاجائزہ، مستقبل کےلئے رہنما سفارشات،
https://urdu.khamenei.ir/news/)

علمی اور تحقیقی میدان

علمی اور تحقیقی میدان میں ترقی ہی کسی بھی ملک کی ترقی کا ضامن ہے؛ لہذا رہبرانقلاب اسلامی فرماتےہیں: علم، ملک کی عزت و طاقت کا بالکل نمایاں وسیلہ ہے۔ دانائی کا دوسرا رخ توانائی ہے۔ مغربی دنیا نے اپنے علم و دانش کے ذریعے ہی اقتدار، دولت، ثروت اور اثر و رسوخ فراہم کیا اور اعتقادی و اخلاقی بنیادیں نہ ہونے کے باوجود پسماندہ معاشروں پر مغربی طرز زندگی مسلط کرکے، ان کی معیشت و سیاست کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ہم مغرب کی طرح علم سے غلط فائدہ اٹھانے کی سفارش نہیں کرتے ہیں؛ لیکن تاکید کے ساتھ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ملک میں علم و دانش کے چشمے جاری کرنے کی ضرورت ہے۔ الحمد اللہ ہماری قوم کے اندر علم و تحقیق کی صلاحیت دنیا کی اوسط صلاحیت سے زیادہ ہے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے اس پر شب و روز ہمیں اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہئے--- رہبر انقلاب فرماتے ہیں: میں نے ہمیشہ یونیورسٹیوں، یونیورسٹیوں سے وابستہ افراد، تحقیقاتی مراکز اور محققین کو، اس بارے میں بہت سنجیدگی سے اور دو ٹوک انداز میں متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے اور انہیں خبردار کیا ہے؛ تاہم اس وقت میرا یہی مطالبہ آپ نوجوانوں سے ہے کہ مزید احساس ذمہ داری کے ساتھ، جہاد کی طرح اس راہ پر گامزن رہئے---(مزید تفصیلات کے لئےدیکھیے:
https://urdu.khamenei.ir/news/)

اخلاق اور روحانیت

کسی بھی معاشرےکی ترقی اور سربلندی میں اخلاقیات اور روحانیت کا بڑا کردار ہوتاہے؛ لہذا رہبرمعظم اخلاق اور روحانیت کی سفارش کرتےہوئےفرماتےہیں: 'روحانیت' یعنی اپنے اور معاشرے کے اندر اخلاص، ایثار، توکّل اور ایمان جیسے اقدار کو بڑھا کر نمایاں کرنا اور اخلاق؛ یعنی خیرخواہی، عفو و درگذشت، ضرورتمندوں اور محتاجوں کی مدد، صداقت، شجاعت، تواضع، خود اعتمادی اور دیگر اچھے خصائل۔ روحانیت و اخلاقیات تمام شخصی و سماجی سرگرمیوں اور اقدامات کو خاص رخ دینے والے اور سماج کی بہت اہم ضرورت ہیں۔ رہبرانقلاب فرماتے ہیں: اگر کسی معاشرے میں اخلاق اور روحانیت ہوتو زندگی مادی وسائل کی قلت کے باوجود جنت بن جاتی ہے اور اگر ان کا فقدان ہو تو مادی وسائل کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں زندگی جہنم بن جاتی ہے۔ رہبرانقلاب فرماتے ہیں:

روحانی شعور اور اخلاقی ضمیر معاشرے میں جتنا زیادہ بیدار ہوگا اتنی زیادہ برکتیں ہوں گی۔ بلا شبہ اس کے لئے مجاہدت اورکوشش کی ضرورت ہے-۔ اخلاقیات و روحانیت حکم اور فرمان جاری کرنے سے حاصل نہیں ہوگی، یعنی حکومتیں تحکمانہ لہجہ استعمال کرکے اسے حاصل نہیں کر سکتیں۔ ضروری ہے کہ سب سے پہلے حکومتی عمائدین اخلاقی و روحانی منش اپنے اندر پیدا کریں، دوسرے یہ کہ معاشرے میں ان کی ترویج کے لئے ماحول سازی کریں، اس سلسلے میں سماجی اداروں کو کام کرنے کا موقع اور جگہ دیں، ان کی مدد کریں۔ روحانیت و

اخلاقیات کے خلاف کام کرنے والے مراکز کا عقلی طریقہ کار سے مقابلہ کریں۔

رہبرانقلاب اسلامی فرماتے ہیں: ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ اور وسائل روحانیت اور اخلاقیات کے دشمن مراکز کے ہاتھ میں بہت خطرناک ہتھیار کی مانند ہیں۔ آج دشمنوں کی جانب سے انہیں ہتھیاروں کی مدد سے نوجوانوں، کمسن لڑکے لڑکیوں یہاں تک کہ بچوں کے پاکیزہ دلوں کو منحرف کررہے ہیں؛ لہذا حکومت کی سنگین ذمہ داری ہے کہ اس کے مقابلے کے لئے جامع منصوبہ سازی کرے اور دشمن کو شکست دے۔

اقتصاد

رہبرمعظم سید علی خامنہ ای معیشت اور اقتصاد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: معیشت پرخصوصی توجہ دی جائے؛ کیونکہ اسلامی روایات میں معاد کے ساتھ ساتھ معاش کا ذکربھی کیا گیاہے۔ روایات اس بات پر تاکید کرتی ہیں کہ جو شخص زندگی کی معیشت کے بارے میں سوچتا ہے وہ اللہ کی راہ میں ایک مجاہد کی طرح ہے اور بلاشبہ اسلام میں اس معیشت پر زور دیا گیا ہے جو انسانی ترقی کا سبب بنتی ہے؛ لہذا اقتصادایک کلیدی شعبہ ہے۔ مضبوط اقتصاد ملک کو طاقتوربناتا ہے اور بیرونی تسلط اور دراندازی سےملک کو محفوظ بنانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

رہبرانقلاب اسلامی فرماتےہیں: کمزور معیشت ایک ناتوانی اور کمزوری ہے، دشمنوں کےلئےملک کے اندرونی مسائل میں مداخلت کی راہ ہموار کرتی ہے۔ مالی خوشحالی اور غربت کا اثر انسان کی مادی زندگی اور روحانی زندگی دونوں پر پڑتا ہے۔ اقتصاد اسلامی معاشرے کا نصب العین تو نہیں؛ لیکن ایسا ذریعہ ہے کہ جس کے بغیر اعلی اہداف تک رسائی ممکن نہیں ہے۔

تمام مشکلات کا حل

رہبرانقلاب اسلامی ملکی معیشتی اور دیگرمشکلات کا ذکرکرتےہوئےفرماتےہیں: نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ تمام مشکلات کا حل ملک کے اندر موجود ہے؛ اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ اقتصادی مشکلات کی واحد وجہ پابندیاں ہیں اور پابندیوں کی وجہ استکباری طاقتوں کے مقابلے میں مزاحمت کرنا اور دشمن کے سامنے نہ جھکنا ہے اور مشکلات کو حل کرنے کا طریقہ دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیک دینا اور بھیڑئے کے پنجے چومنا ہے تو یہ ناقابل تلافی غلطی ہے۔ یہ سراسرغلط تجزیہ ہے۔ ایسے تجزیئےغیرملکی سازشوں کے شکار،غافل افراد ہی کرتے ہیں۔

عدالت اور انصاف

رہبرمعظم عدالت اور انصاف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:انبیاء علیهم السلام کے اہداف میں سے ایک عدالت اور انصاف کا قیام تھا؛ لہذا ہمیں معاشرےمیں عدالت اورانصاف کے قیام کے لئے کوشش کرنی ہوگی۔ رہبرانقلاب مزید فرماتے ہیں: بدعنوانی کے خلاف مجاہدت اور انصاف، لازم و ملزوم ہیں۔ اقتصادی، اخلاقی اور سیاسی بدعنوانی کسی بھی ملکی نظام کےلئے ناسور کی طرح ہے؛ لہذا ایک ایسا ادارہ ہو جو ہمیشہ اور حقیقی معنوں میں بدعنوانی کا مقابلہ کرے،

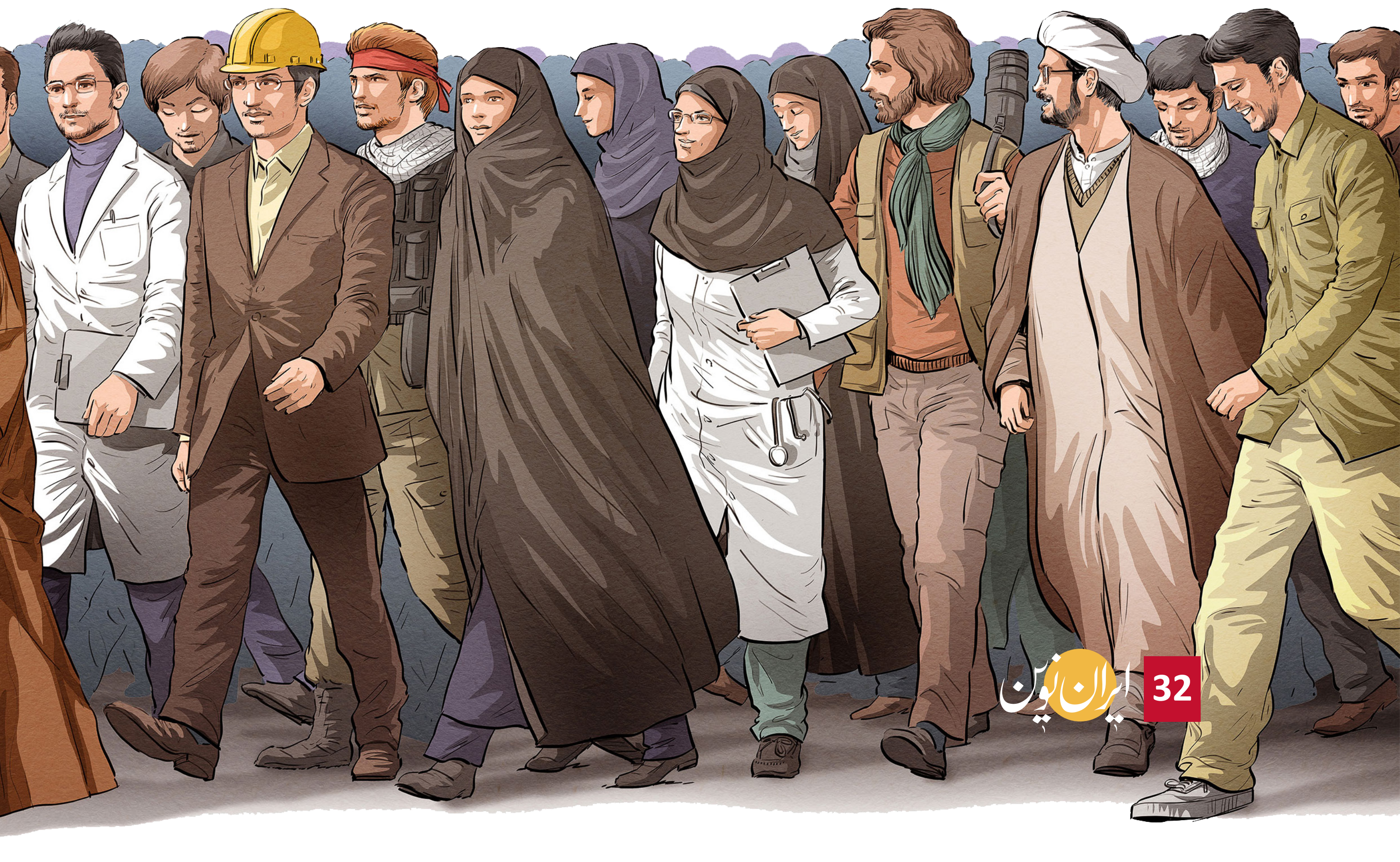

حکومتی اداروں سے بدعنوانی کاخاتمہ ہو۔ رہبرانقلاب فرماتےہیں: اسلامی انقلاب کے بعد ملک میں بدعنوانی نہ ہونے کے برابر ہے؛لیکن یہی کم مقدارمیں بھی بدعنوانی قابل قبول نہیں ہے،ملک سے بدعنوانی کا مکمل خاتمہ ہونا چاہئے۔

لقمہ حرام سے اجتناب

رہبرانقلاب اسلامی فرماتے ہیں: یہ بات سب کو معلوم ہونی چاہئے کہ بدعنوانی سے پاک ہونا اسلامی جمہوریہ کے تمام عہدیداران کےلئے شرط ہے؛لہذا سب لالچ کے ابلیس سے محتاط رہیں، لقمہ حرام سے اجتناب کریں۔ اس سلسلے میں اللہ تعالی سے مدد طلب کریں؛ تاکہ اللہ ہرقسم کی بدعنوانی سے بچائے۔ حکومتی اور نگراں ادارے پوری توجہ اور سختی کے ساتھ بدعنوانی کو ابتدائی مرحلے میں ہی ختم کریں اور اسے بڑھنے کا موقع ہرگز نہ دیں۔

غریبوں کی مدد

کسی بھی ملک میں خوشحالی تب آتی ہے جب طبقاتی فاصلہ کم ہو، شہریوں میں وسائل برابرتقسیم ہوتے ہوں۔ رہبرانقلاب اسلامی فرماتے ہیں: اسلامی حکومتی عہدیداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ غریبوں اور محروموں کا خیال رکھیں۔ معاشرے میں طبقاتی فاصلے نہ ہوں۔ رہبرانقلاب مزید فرماتے ہیں: اسلامی نظام میں دولت کمانا جرم نہیں ہے؛ بلکہ قابل ستائش بھی ہے؛ لیکن ملکی وسائل کے تقسیم میں تفریق اور ناانصافی نہیں ہونی چاہئے۔ کسی کو نوازنا، کسی کو محروم کرنا، فریب کاروں سے نرمی سےبرتنا، یہ سب کچھ عدالت اور انصاف کے خلاف ہے۔

خودمختاری اور آزادی

اگرکوئی ملک اپنے فیصلے خود نہ کرسکےتو وہ ملک کبھی ترقی نہیں کرسکتاہے، غلام قومیں ہمیشہ فقیراورتنگ دست رہتی ہیں۔ جس معاشرے میں خودمختاری اور آزادی نہ وہ معاشرہ کبھی خوشحال نہیں ہوسکتاہے۔ رہبرمعظم انقلاب اسلامی فرماتے ہیں:قومی خود مختاری کا مطلب استکباری اور تسلط پسند قوتوں کے سامنے نہ جھکنا ہے۔ دنیا کی تسلط پسند طاقتوں کی زور زبردستی کو تسلیم نہ کرنے کا نام خودمختاری ہے۔ آزادی کا مطلب ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کو سوچنے اور غوروفکرکرنےکے بعد فیصلے کرنےکا حق حاصل ہو۔ یہ خودمختاری اور آزادی اسلامی اقدارمیں شامل ہیں۔ انسان کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ یہ کوئی حکومتی احسان نہیں ہے؛ بلکہ حکومت پر فرض ہے کہ ایک خودمختار اور آزادمعاشرے کےلئےکام کرے۔ رہبرانقلاب اسلامی فرماتےہیں: آزادی اور خود مختاری کی قدر و منزلت کو وہی لوگ زیادہ سمجھتے ہیں؛ جنہوں نے اس کے لئے جد و جہد کی ہے۔ رہبرانقلاب فرماتے ہیں: ایرانی عوام نے سالوں مجاہدت کے بعد خودمختاری اور آزدی حاصل کی ہے۔ ایران کی موجودہ آزادی و خود مختاری جذبہ ایثار و قربانی سے سرشار لاکھوں عظیم اور غیرت مند

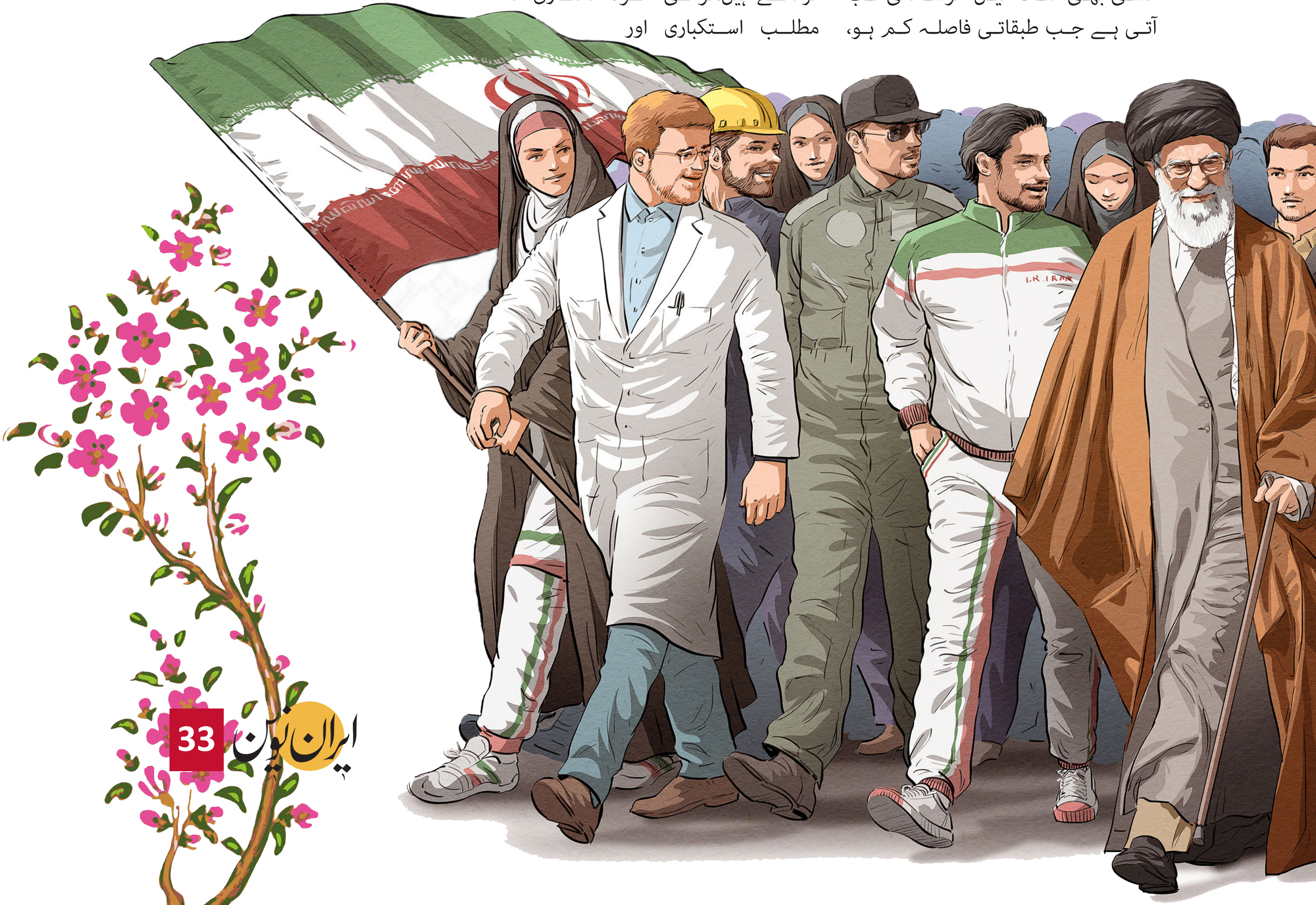

انسانوں کے پسینے نہیں؛ بلکہ خون کی کمائی ہے؛لہذا آپ سب خاص طور پراسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ پورے وجود کے ساتھ اس خود مختاری اور آزادی کی حفاظت کرے۔ ظاہر ہے کہ خود مختاری کا مطلب ملک کی سیاست و معیشت کو اپنی سرحدوں کے اندر محصور کر لینا اور آزادی کا مطلب اخلاقیات، قانون، الہی اقدار اور دوسروں کے حقوق پامال کرنا نہیں ہونا چاہئے۔

قومی وقار، خارجہ پالیسی اور دشمن سے دوری

ہروہ حکومت جو قومی عزت و وقارکو ملحوظ خاطررکھ کرے خارجہ پالیسی مرتب نہ کرے وہ کبھی بھی اپنے ملک کو خوشحالی کی راہ پرگامزن نہیں کرسکتی ہے۔ رہبرانقلاب اسلامی فرماتے ہیں: آج ملت ایرانی قوم کی نگاہ میں جرائم پیشہ امریکا کےعلاوہ کچھ یورپی حکومتیں بھی دھوکے باز اور ناقابل اعتماد ہیں۔ اسلامی جمہوریہ کی حکومت کو چاہئے کہ ان سے اپنے فاصلوں کو بڑی دقت نظری سے قائم رکھے، اپنی انقلابی و ملی اقدار سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے، ان کی کھوکھلی دھمکیوں سے نہ ڈرے اور ہر حال میں اپنے ملک اور قوم کے وقار کو مد نظر رکھے اور اپنے انقلابی موقف کو قائم رکھتے ہوئے حکیمانہ انداز اور مصلحت پسندی کے ساتھ اپنے مسائل کو حل کرے۔ امریکا سے مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں ہے؛ مادی اور روحانی طورپرنقصان کے سوا کوئی نتیجہ نہیں ملےگا۔

اسلامی طرز زندگی

شیطانی قوتیں ہمیشہ مختلف طریقوں سے اسلامی معاشرے کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ رہبرانقلاب اسلامی فرماتے ہیں: مغربی ممالک اسلامی جمہوریہ ایران میں مغربی طرز زندگی کو رواج دینا چاہتے ہیں؛ لہذا ان کے مقابلے کے لئے پوری ہوشیاری کے ساتھ ہمہ گیر مجاہدت درکار ہے اور اس سلسلے میں میری امید آپ نوجوانوں سے وابستہ ہے۔

(22 بہمن 1397 مطابق 11 فروری 2019) رہبرانقلاب کے بیان کا پورا متن مطالعہ کرنےکے لئے رجوع کریں:

https://urdu.khamenei.ir/news/2324

رہبر معظم کی نگاہ میں جدید اسلامی تہذیب کی خصوصیات

رہبرمعظم حضرت آیت اللہ خامنہ ای کی نگاہ میں اسلامی تہذیب کیا ہے اور اس کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں؟ رہبر معظم کی نگاہ میں قرآنی قوانین کی پاسداری، ایمان، علم، اخلاقیات، مسلسل جدوجہد اور عوامی حکومت کی مرکزیت جدید اسلامی تہذیب کی بنیادی خصوصیات ہیں اور اس کی ترقی اور توسیع کے لئے ایک خاص حکمت عملی کے تحت اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔اسلام کی برکتوں کا حصول شیطانی تہذیب و تمدن ترک کرنے میں ہے؛ لہذا اللہ پرایمان، اخلاقیات، عقلیت اور علمی صلاحیتوں کے زیرسایہ ہی نئی اسلامی تہذیب کا بول بالا ہوسکتاہے۔

تحریر: مرتضی اکبری اور فریدون رضائی

ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد اسلامی بیداری اپنے عروج کو پہنچی اور عالم اسلام ایک نئی تہذیب کی جانب گامزن ہوا؛ رہبرمعظم حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے "نئی اسلامی تہذیب" کا نظریہ پیش کیا جس کی اہم خصوصیات کا مختصرتجزیہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہاہے۔

کلیدی کلمات: اسلامی تہذیب، تمدن، بنیادی خصوصیات، رہبرانقلاب۔

مقدمہ

اسلامی تہذیب کے بانی حضرت رسول اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، حضور کرام ص نے مدینہ منورہ میں اسلامی تہذیب کی بنیاد رکھی اورمسلمانوں نےقرآنی تعلیمات، پیغمبراکرم اور ائمہ اطہارعلیہم السلام کے نقش قدم پرچلتےہوئےاپنےعروج پرپہنچایا۔ اسلام دشمن عناصرنےاسلامی تہذیب کو نقصان پہنچانے کی بھرپور کوششیں کیں۔ عالم اسلام کے داخلی مسائل، صلیبیوں اور مغلوں کے حملوں اور سقوط اندلس کی وجہ سےاسلامی تہذیب کی ترقی میں خاطرخواہ کمی آئی؛ لیکن صفویوں، عثمانیوں اور ہندوستانی گورکانیوں کے دورمیں ایک بارپھراسلامی تہذیب کی ترقی کو چارچاند لگ گئے۔ 19ویں صدی میں استعمار نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور اسلامی تہذیب دوبارہ جمود کا شکار ہوگئی۔ اسلامی تہذیب کے بجائے مغربی تہذیب مسلط کرنے کی کوشش کی گئی توایران، مصر اور دیگر ممالک کے اسلامی مفکرین نے مغربی تہذیب کا مقابلہ کرنے کےلیے اسلامی قوانین پرعمل درآمد سمیت مختلف تجاویزپیش کیں۔ ایران میں اسلامی بیداری کا آغاز، قاجار دور سے ہوا اور امام خمینی کی قیادت میں اسلامی انقلاب کی شاندار کامیابی نے نہ صرف ایرانیوں کو؛ بلکہ پورے عالم اسلام کو بیدار کردیا اور یوں ایک نئی اسلامی تہذیب کا آغاز ہوگیا۔

رہبرمعظم کی تقاریر کی وجہ سے اسلامی تہذیب نے دنیا بھرکے مسلمانوں کی توجہ حاصل کی ہے؛ لہذا رہبرانقلاب کی نگاہ میں نئی اسلامی تہذیب کی خصوصیات کا مطالعہ اور تجزیہ ضروری ہے۔

تہذیب کے متعلق نظریات

تہذیب کے بارے میں، دو نظریےپائے جاتےہیں:

مادی اور دو جہتی (مادی-روحانی)

مادی نظریہ، تہذیب کو غالبا مادی ہی سمجھتا ہےاورمادیات کو ہی اجاگرکرتا ہےاس میں روحانی اور معنوی پہلو کو یکسر مسترد کیا جاتا ہے۔ اس نظریے کےمطابق تہذیب سے مراد، فن اور فن تعمیر، تکنیک، صنعت، اداری تشکیلات، انتظامی اور سیاسی مظاہر ہیں؛ لیکن دوجہتی تہذیب کے نظریے کے مطابق، تہذیب میں مادی اور غیرمادی دونوں عناصرکا ہونا لازمی ہے۔ اس نقطہ نظر سے تہذیب کی اصل بنیادغیرمادی عناصرپرمرکوز ہے، خاص طور پر دین، اخلاقیات، ثقافت وغیرہ اور مادی ترقیات، تہذیب کے مظاہرمیں شمارہوتے ہیں۔ مسلم مفکرین میں یہ نقطہ نظرغالب ہے؛ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ تہذیب ایک ایسے میدان کا نام ہے جہاں الہی مقاصد کا حصول ممکن ہوجاتا ہے۔ انسان مادی اور روحانی دونوں میدانوں میں ترقی کرسکتا ہے۔ (مهدی‌نژاد، 1401، ص 181-182).

جدید اسلامی تہذیب کا مفہوم

سپریم لیڈر کی طرف سے تجویز کردہ نئی اسلامی تہذیب کا نظریہ ایک طرف سابقہ اسلامی تہذیب سے جڑا ہوا ہے اور دوسری طرف یہ کسی نہ کسی طرح مغرب کی نئی تہذیب کے خلاف اور اس کے مدمقابل بھی ہے۔ آیت اللہ خامنہ‌ای سابقہ اسلامی تہذیب کو مسلمانوں کےلیے باعث فخر سمجھتے ہیں اور موجودہ دور میں اسلامی تہذیب کا پوری دنیا میں پھیلنا ماضی کی نسبت زیادہ امکانات ہیں۔(مقام معظم رهبری، 1395/5/11).

اسلامی تہذیب مسلم معاشرے کے تمام سیاسی، ثقافتی اور اقتصادی پہلوؤں کا نام ہے، جو فردی اور معاشرتی تمام وجودی جہتوں کا احاطہ کرتی ہے۔(مدیریت حوزه علمیه قم، 1383: 113).

اسلامی تہذیب ایک دینی تہذیب ہے کہ اس کے تمام اجزا اسلامی قوانین، ضابطے اور اصول کے عین مطابق ہوتے ہیں؛ لہذا اسلامی تہذیب قرآن کریم کی تعلیمات، پیغمبراکرمص اور عترت طاہرہ کی سیرت طیبہ پر چلنے کا نام ہے۔(جان احمدی، 2008: 51-52)۔

رہبرمعظم آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں کہ اسلامی تہذیب ایک ایسا ماحول ہے؛ جہاں انسان روحانی اور مادی طور پر ترقی کر سکتا ہے، اللہ تعالی نے جن اہداف کے لئے انسان کو خلق کیا ہے ان اہداف تک رسائی ممکن ہوجاتی ہے، اسلامی تہذیب میں انسان خودمختاری اور آزادی کے ساتھ ایک باعزت اور باوقار زندگ گزار سکتاہے۔ یہی اسلامی تہذیب کا مفہوم ہے اور یہی اسلامی جمہوریہ کا مقصد اور آئیڈیل ہے (رہبر معظم کے خطاب سے اقتباس، 12جون،2004)۔

اس تعریف میں انسانی تہذیب و تمدن کی مختلف ، مادی اور روحانی جہتوں کا ذکر کیا گیا ہے؛ لہذا اسلامی تہذیب میں انسان نہ صرف مادی طورپر ترقی کرتاہے؛ بلکہ روحانی لحاظ سےبھی اللہ تعالی کی قربت حاصل کرلیتاہے۔ یہی اسلامی انقلاب کے اہداف میں سے ہیں۔(رہبرمعظم کا خطاب، 12، جون،2004).

اسلامی تہذیب سے مراد، معیشتی، صنعتی، ثقافتی، سماجی، اخلاقی اور روحانی طور پر وہ تمام کامیابیاں ہیں جو رسول اکرم ص کے دور میں شروع ہوئیں۔ مندرجہ بالا تعاریف سےمندرجہ ذیل نکات اخذ کیے جا سکتے ہیں:

1) اسلامی تہذیب قرآن کی آیات پر مبنی ہے اور اس کی بنیاد خود رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی ہے؛
2) اسلامی تہذیب کسی جگہ اور زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، ہروقت اور ہرجگہ اسلامی تہذیب کا قیام ممکن ہے؛
3) اسلامی تہذیب میں انسان مادی اور روحانی دونوں جہتوں میں ترقی کے منازل طے کرسکتا ہے؛
4)اسلامی تہذیب کاانحصار دینی اخلاقیات پرہے؛
5)اسلامی تہذیب متحرک ہے۔
رہبر معظم کی نظرمیں اسلامی تہذیب کی خصوصیات

اسلامی تہذیب کی عام خصوصیات

اسلامی تہذیب کے قوانین کا مرکز قرآن ہے۔ ایمان، علم، اخلاقیات، مجاہدت، ایک مقبول حکومت، اعلی سوچ، اجتہاد، جدید ضرورتوں کے مطابق انسانی مسائل کا حل، بدعتوں اور خرافات سے دوری، عوامی فلاح و بہبود، عدل و انصاف کا قیام، فتنہ اور فساد سے نجات، ربا اور سود سے پاک معاشرہ، نئے علمی ایجادات، مظلوموں کا دفاع کرنا وغیرہ اسلامی تہذیب کی خصوصیات میں سے ہیں۔

رہبرانقلاب نے اسلامی تہذیب کی عام خصوصیات کو تفصیل سے بیان فرمایاہے جس کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جار رہا ہے:

(قرآنی قوانین کی مرکزیت؛2)ایمان؛ 3) حکمت عملی؛ 4)علم؛ 5) اخلاق؛ 6) مجاہدت؛ 7) عوامی حکمرانی؛ 8) تنگ نظری سے دوری؛ 9) عوامی فلاح و بہبود پیدا کرنا؛10) عدالت اور انصاف کا قیام؛ 11) سود اور ربا سے پاک معیشت۔ اسلامی تہذیب کے عمومی خصوصیات میں سے ہیں۔

رہبرانقلاب فرماتے ہیں: جدید اسلامی تہذیب میں انسان ان تمام مادی اور روحانی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاسکتا ہے جو اللہ تعالی نے انسان کی سعادت اور کمال کےلئے خلق فرمایا ہے۔

نئی اسلامی تہذیب کی خصوصیات

رہبر معظم انقلاب وقت کے تقاضوں کو مدنظررکھتے ہوئے تدبیرکےساتھ نئےمسائل پر پوری توجہ دیتے ہیں؛ لہذا جدیدیت اور تخلیقی صلاحیتوں کا ذکرکرتے ہوئےفرماتےہیں: موجودہ دور میں بین الاقوامی تعلقات کو بہتر بنانا، ذرائع ابلاغ، فن، ہنراور سنیما پر خصوصی توجہ دینا، انسانی نئی ضروریات کو اسلامی فقہ کے مطابق حل کرنا، نئی اسلامی تہذیب کی خصوصیات میں سے ہیں۔ (رہبرمعظم کے خطاب سےاقتباس، 19مئی،2013). ذیل میں رہبرمعظم کے بیان کردہ بعض خصوصیات پرتفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے:

1) کام، کوشش اور تخلیقی صلاحیت

اسلام کبھی بھی محنت اور کوشش کو عبادت سے الگ نہیں کرتا ہے؛لہذا دین اسلام میں محنت اور کوشش کرنا عین عبادت ہے۔ فعال انسانوں پر ہمیشہ اللہ تعالی کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں؛ جبکہ سست اور کاہل انسان، اللہ کی رحمت سے دور ہوتاہے اورایسے انسان کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔ نئی اسلامی تہذیب کو محنت، کوشش، تخلیقی صلاحیتوں، ایجادات اور اختراعات سے ہی فروغ دیا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر رہبر معظم فرماتےہیں: ہم سب کو معلوم ہونا چاہئے کہ معاشرے کی ترقی کا اصل محورکام اور محنت ہے۔ جسمانی کام، دستی کام، دانشورانہ کام، علمی کام، مدیریتی کام، جس قسم کا بھی ہو۔ سب کو کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرکام نہ ہو تو، سرمایہ، توانائی، مواد، معلومات، خزانے وغیرہ انسان کے لئے کارآمد نہیں ہوں گے؛کیونکہ کام ایک روح کی طرح ہے جو سرمائے میں، توانائی میں، خام مال میں جان ڈال دیتا ہے ایک ناقابل استعمال چیز کو قابل استعمال بنا دیتا ہے؛ لہذا اسلام میں کام کرنا عین عبادت ہے»۔(رہبرمعظم کےبیانات سے اقتباس،19،اپریل،2008۔ 30اپریل،1998 اور 1 فروری، 2010)۔

2) جدید ذرائع ابلاغ، آرٹ اور سنیما

اسلام کے آغاز سے لیکر اب تک ذرائع ابلاغ، نشر و اشاعت اور تبلیغات میں اہم کردار مسجد کا تھا؛ لہذا مسجد نے اسلامی تہذیب کی توسیع اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ موجودہ حالات کو مد نظررکھتے ہوئے مسجد کے ساتھ ساتھ دوسرے ذرائع پربھی توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ مغربی تہذیب نے ذرائع ابلاغ

کی صنعت میں بہت ترقی کی ہے جس کی وجہ سے بعض اسلامی ممالک میں اسلامی تہذیب جمود کا شکار ہے۔

آج، جدید مواصلاتی ٹیکنالوجی نے معاشروں کے درمیان زمینی فاصلوں کا خاتمہ کردیاہے، مغرب جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے اپنی تہذیب کو پوری دنیا پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ مسلم معاشرے سمیت پوری دنیامیں اخلاقی اور انسانی اقدار کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ قرآن کریم اسلامی معاشرےمیں اس قسم کی تہذیب کے پھیلاؤ کے متعلق تنبیہ کرتا ہے: «إِنَّ الَّذِينَ يحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ» (نور،19)، جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان کے درمیان بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ یقینا جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے»۔

بے حیائی پھیلنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ خود فحاشی پھیلے اور دوسری یہ کہ فحاشی کا الزام اور بہتان عام ہو جائے۔ دونوں چیزوں سے مسلم معاشرے پر برے اثرات مترتب ہوتے ہیں اور ساتھ بہتان عائد کرنا و مقام انسان کے خلاف ہے اور کسی مؤمن کے وقار کو مجروح کرنا خود بڑا جرم ہے۔(شیخ محسن نجفی، تفسیرالکوثر)۔ لہذا مغربی ذرائع ابلاغ کا مقابلہ کرنے کےلئے ذرائع ابلاغ میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ جدید اور مضبوط میڈیا کے ذریعے مغربی تہذیب اور اسلوب کا مقابلہ کرکے جدید اسلامی تہذیب کو عام کیا جاسکتاہے۔

رہبرانقلاب حضرت آیت اللہ خامنہ ای ذرائع ابلاغ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتےہیں:"اگرمیں رہبر نہ ہوتا، ملکی قیادت کی ذمہ داری نہ ہوتی تو سماجی ذرائع ابلاغ کا ایک گروہ بناتا اور اس گروہ کی سرپرستی میں خود کرتا اور سوشل میڈیا کے ذریعے دین مبین اسلام کی ترجمانی کرتا اورسوشل میڈیاکے ذریعے لوگوں کی ذہن سازی کرتا؛ لیکن میرے پاس وقت نہیں ہے؛ لہذا آپ جوانوں کی ذمہ داری ہے کہ یہ کام آپ کریں"۔

رہبرمعظم سماجی ذرائع ابلاغ کو دین مبین اسلام کی تبلیغ اور ترویج کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں. سماجی ذرائع ابلاغ سے وابستہ جوانوں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: " مسجد میں نماز جماعت ادا کرنے کے بعد مستحب نمازوں میں مشغول ہونے والے جوانوں سے وہ جوان زیادہ ثواب کا مستحق ہے جو واجب نماز ادا کرنے کےبعد اپنے موبائل--- پر سماجی ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہوئے، اسلام دشمن قوتوں کا مقابلہ کرتاہے، نوجوان نسل کو منحرف ہونے سے بچاتا ہے۔"؛ کیونکہ نوافل میں مصروف ہونےوالا شخص مسجد میں مستحب نمازیں ادا کرکے صرف خود کو محفوظ کرلیتاہے؛ جبکہ یہ جوان خود کےساتھ ساتھ دوسروں کو بھی انحرافات سے بچاتاہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہرکوئی طاقتور بن سکتاہے۔ دین مبین اسلام کی تبلیغ و ترویج اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو دنیا تک پھیلانے میں کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔)رہبرمعظم کی نظرمیں سوشل میڈایا کا کردار، حوزہ نیوز۔

https://ur.hawzahnews.com/xbJYN)

رہبرانقلاب حضرت آیت اللہ خامنہ ای مغربی ممالک میں سینما اور دیگر ذرائع کا بڑے پیمانے غلط استعمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتےہیں:"مغربی سیاستدان سیمنا اور فلموں کے ذریعے دوسرے معاشروں پر اپنی تہذیب مسلط کرنے کی کوشش کررہےہیں" لہذا ہمیں فلمی صنعت میں اسلامی اصولوں کے مطابق کام کرنے کی ضرورت ہے فلم کے ذریعے اسلامی خاندان اور اسلامی اقدار کو بہترین انداز میں دکھایا جاسکتا ہے۔(رہبرمعظم کے خطاب سےاقتباس،11جون،2004)۔

3) بین الاقوامی تعلقات کو بہتر بنانا

بین الاقوامی تعلقات عامہ ایک سیاسی اصطلاح ہے، جس کا تعلق خودمختار ریاستوں کے درمیان قائم کیے جانے والے تعلقات کے تمام سیاسی، ثقافتی، معاشی اور سماجی پہلوؤں سے ہے؛ یعنی بین الاقوامی تعلقات عامہ مختلف ممالک کے بے شمار افراد، تجارتی تنظیمیں، ثقافتی اداروں اور سیاسی شخصیات کے درمیان رابطوں کا نام ہے۔ ایک بہترین

خارجہ پالیسی کے ذریعے دنیا کی خودمختار قوموں سے تعلقات قائم کئے جاسکتےہیں؛ لہذا اسلامی تہذیب کو عام کرنے کا بہترین راستہ دوسری اقوام سے دوستانہ تعلقات ہیں۔ وزارت خارجہ کے عہدیداروں اور سفارت کاروں سے خطاب میں رہبر انقلابِ اسلامی نے فرمایا کہ بین الاقوامی معاملات میں حکمت عملی اور تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ کسی بھی ملک کی عزت و سربلندی، آبرومندانہ خارجہ پالیسی میں مضمر ہے۔ رہبرانقلاب فرماتے ہیں:آج کی دنیا میں معاشروں کے درمیان رابطے بہت پیچیدہ ہو چکے ہیں اور معاشرے لامحالہ ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھنے پرمجبور ہیں؛ کیونکہ دنیا کی آبادی اور انسانی ضروریات میں بنیادی تبدیلیاں آئی ہیں۔ ماضی کی تہذیبوں میں محدود آبادی اور محدود ضروریات کی وجہ سے اگر کسی تہذیب کا کسی بھی وجہ سے دوسری تہذیبوں سے تعلقات اور روابط نہ بھی ہوتے تو اس کے لئےکوئی خاص مشکل پیش نہیں آتی؛ کیونکہ معاشروں کا ایک دوسرے سے معاملات میں اور تجارت بھی بہت کم ہوتا تھا؛ لیکن آج کی دنیا میں صورت حال اس کے برعکس ہے اور معاشروں کے درمیان رابطے بہت بڑھ گئے ہیں، اور بہت سے ممالک اپنی اثر رسوخ کی وجہ سے دوسری قوموں غلام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر تیل کی صنعت، جو ایک عالمی مسئلہ ہے، تمام ممالک کے مفادات اس قدر جڑے ہوئے ہیں کہ دنیا کے چھوٹے سے چھوٹے واقعے کے ساتھ ہی مارکیٹ میں اتار چڑھاؤ آتا ہے۔ اس لحاظ سے جدید اسلامی تہذیب کی دو وجوہات کی بنا پر دیگر تہذیبوں کے ساتھ تعلقات کی ضرورت ہے: پہلی وجہ یہ ہےجدید دور کو مد نظررکھتے ہوئے کوئی بھی ملک اپنی تمام ترضروریات پوری نہیں کرسکتاہے، بہت ساری چیزیں باہرسے درآمد کرنے پرمجبور ہوتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے ہم دوسروں سے روابط کے ذریعے دین مبین اسلام کے انسان ساز قوانین اور اصول ان تک پہنچا سکتےہیں۔ رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای بین الاقوامی سطح پر تعلقات اور سفارتکاری کے متعلق امام خمینی کے فکری اور علمی نظریات کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: امام خمینی کا مکتب ایک عالمی مکتب ہے؛ لہذا اسلامی انقلاب کو ایران تک محدود نہیں رکھنا ہے، اس انقلاب کو پوری دنیا میں پھیلانا ہے۔ ہم امریکا اور دیگر استعماری طاقتوں کی طرح دوسروں پراپنے نظریات زور زبردستی اور ایٹم بم کے ذریعے مسلط کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ امام خمینی کے سیاسی مکتب میں قوموں کی خودمختاری اور آزادی کا لحاظ رکھا جاتاہے۔(رہبرمعظم کےخطاب سے اقتباس،7جون،2004)

4)جدید ضروریات کے مطابق فقہی احکام کا اجراء

دین اسلام اللہ کا پسندیدہ اور آخری دین ہے، رسول اکرم خاتم النبین ہیں، اب اللہ کی طرف سےنیاکوئی قانون آنے والا نہیں ہے؛ لہذا دین اسلام کے پاس تمام جدید مسائل کا جواب ہونا ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوتاہے کہ اسلامی قوانین جامع ہیں۔ ہرمسئلے کا جواب موجود ہے۔ رہبرانقلاب آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں: دینی مدارس میں، ایسے لوگوں کو تربیت دی جانی چاہیے جو نئے مسائل کا جواب دے سکیں۔ دینی طلاب کوجدید علوم سے آراستہ ہونا چاہئے؛ تاکہ ہرقسم کے مسائل کا احسن طریقے سے جواب دے سکیں۔

رہبرمعظم فرماتے ہیں: جس دن ہمارے معاشرے اور ملک میں امام خمینی جیسی ایک سو، پانچ سو، ایک ہزار روحانی شخصیتیں ہوں گی اور جب ہمارے معاشرے میں سینکڑوں ایسے لوگ ہوں گے جو دین کا علم رکھتے ہوں، فلسفہ، منطق، دینیات اور جدید علوم کے ماہرہوں، مذہبی استدلال پر عبور رکھتے ہوں اورشکوک و شبہات پھیلانے والوں کو احسن طریقے سے جواب دیتے ہوں تو آپ دیکھیں گے کہ معاشرے میں کتنا عظیم کام ہوگا۔۔ جب اس مجموعے کے ذریعے دنیا کی مختلف زبانوں میں ہزاروں کتابیں، رسائل اور سائنسی مضامین شائع ہوں گے تو آپ دیکھیں گے اس روشنی سے پوری دنیا روشن ہوگی۔ (رہبرمعظم کے خطاب سے اقتباس،12جون،2006)۔

نتیجہ: رہبرانقلاب حضرت آیت اللہ خامنہ ای کی نگاہ میں اسلامی تہذیب وہ ہے جس میں ان تمام مادی اور روحانی صلاحیتوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے جو اللہ تعالی نے انسان کو سعادت اور کمال تک پہنچانے کےلئےخلق فرمایا ہے اور ہر اس چیز سے پرہیز کیا جاتاہے جو انسان کو کمال اور سعادت تک پہنچنے سے روکتی ہے۔ تاریخ اسلام میں اسلامی مفکرین اور مورخین نے اسلامی تہذیب کی جن خصوصیات کا ذکرکیا ہے رہبرانقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے اس کی موجودہ زمانے کے مطابق ایک نئے انداز میں مندرجہ ذیل خصوصیات بیان فرمایاہے: قرآنی قوانین کی پاسداری، حکمت عملی، جدید علوم سے آراستہ ہونا، اخلاقیات، راہ خدا میں جدوجہد کرنا، ایک مقبول عوامی حکومت کا ہونا، بدکاری اور برے کاموں سے بچنا، عوامی فلاح و بہبود، عدل و انصاف کا قیام، ربا اور سود سے پاک معیشت وغیرہ؛ جدید اسلامی تہذیب مذکورہ خصوصیات کے علاوہ مندرجہ ذیل خصوصیات سے بھی آراستہ ہے: ایجادات اور تخلیقی صلاحیت، جدید ذرائع ابلاغ، فن، اسلامی قوانین کے مطابق سینما اور فلمی دنیا پر توجہ دینا، بین الاقوامی تعلقات میں بہتری لاکر اقوام عالم سے ارتباطات برقرار کرنا، نئی انسانی ضروریات کے مطابق فقہ احکام کا اجراء۔ حضرت آیت اللہ خامنہ ای فرماتےہیں: جدید اسلامی تہذیب کی توسیع اور ترقی اتحاد، نظم و ضبط، کام، کوشش، خدا پر ایمان، تخلیقی صلاحیت، عقلیت، مضبوط ذرائع ابلاغ اور حکمت عملی کے سائے میں ہی ممکن ہے۔

اسلامی اور مغربی تہذیب کا تقابلی جائزہ

پچھلےکئی سالوں سے اسلام کے خلاف مغرب کی دشمنی نئی شکلوں اور نئے اوزار کے ساتھ شدت اختیار کرگئی ہے۔ پچھلی صدیوں میں، مغربی اسلام دشمن عناصرکی توجہ صرف فرقہ واریت، قوم پرستی، نسل پرستی، لسان پرستی پرمرکوز تھی؛ لیکن آج ان طریقوں کے ساتھ ساتھ نئی ٹیکنالوجی اور ورچوئل اسپیس کا استعمال کرتے ہوئے اسلامی اقدار کو مسخ کرکے ناقص اور ناکارہ متعارف کرانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ فلمیں، کمپیوٹرگمیز، اسلام مخالف کتابیں اور مقالات شائع کرکے اسلام کو ایک شدت پسند مذہب کے طورپر پیش کرنےکی کوشش کی جارہی ہے؛ تاکہ لوگ اسلام سے دور رہیں۔

تحریر: مصطفی علیمردانی

اس مضمون میں، مغرب کے نوجوانوں کے نام رہبرانقلاب کے خط کی روشنی میں، اسلامی اور مغربی تہذیب کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: مغربی جوانوں کے نام رہبرانقلاب کا خط، اسلامی تہذیب، مغربی تہذیب، اسلام دشمنی، اصل اسلام۔

مقدمہ

مغرب میں قرون وسطی کے دوران، بنیادی طاقت چرچ کے پادریوں کے ہاتھ میں تھی اور پادری ہی معاشرے کا نظام چلانے میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ انہوں نے بہت سے سائنسدانوں کو کلیسا کے نظریات کے خلاف بات کرنے کی وجہ سے مجرم قرار دے کرقتل کرنے کا حکم دیا تو سائنسدانوں اور علمی حلقوں کی جانب سے کلیسا کی مخالفت میں مزید شدت آگئی اور اس کی بالادستی کا خاتمہ ہوا۔ معاشرے میں لوگ سکیولر اور لبیرل نظریات کو ترجیح دینے لگے؛ یوں مغرب میں تشکیل پانے والی تہذیب، نشاۃ ثانیہ (رنسانس)کے بعد آہستہ آہستہ بدنام ہوگئی۔ حکومتی نظام میں کلیسا کی ناکامیوں نے مغربی مفکرین کو یہ کہنے پر مجبور کیا کہ مذہب معاشرے کو خوشحال نہیں بناسکتا ہے۔ انسان اپنی عقل اور تجربات کے ذریعے ہی ترقی کے منازل طے کرسکتاہے اور یہ نظریہ بھی پیش کیا گیا کہ مذہب انسانی ترقی کے خلاف ہے، اگر دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہوتو مذہب سے دور رہو۔! اس طرح انسانیت کی بنیاد پر تشکیل پانے والےمختلف فلسفیانہ افکار، مغربی سماجی اور معاشرتی تہذیب کی بنیاد بن گئے۔

اسلامی اور مغربی تہذیب کا تقابلی جائزہ

ذیل میں اسلام اور مغربی تہذیب اور ان دونوں کےبنیادی اختلافات کا جائزہ لیا گیا ہے:

اسلامی تہذیب اور اس کی خصوصیات

اسلامی تہذیب میں ایسی خصوصیات ہیں جو اسے دوسری تہذیبوں سے ممتاز کرتی ہیں۔

"اسلامی تہذیب" سے مراد: نظریات، عقائد، روایات، تخلیقات، ایجادات اور فنون کا ایک مجموعہ ہے جو اسلامی قوانین اور ضوابط کے عین مطابق کسی بھی معاشرے میں رائج ہے۔ (یعقوبی، 1389) قرآن کریم، سنت نبوی اور اہل بیت اطہارعلیہم السلام کی جانب سے بتائے گئے اصول اور قوانین کا نام اسلامی تہذیب ہے۔ اس تہذیب کا ایک خاص معیار ہے، نہ کسی چیز کو یکسرمسترد کرتی ہے اور نہ ہی مطلق طورپرقبول؛ بلکہ اس تہذیب میں اسلامی قوانین کے مطابق کوئی بھی چیز ہو اسے اپنایا جاتا ہے؛ لہذا اسلامی تہذیب میں آنکھیں بند کرکے سابقہ اور مغربی جدید ثقافتوں کی تقلید نہیں کی

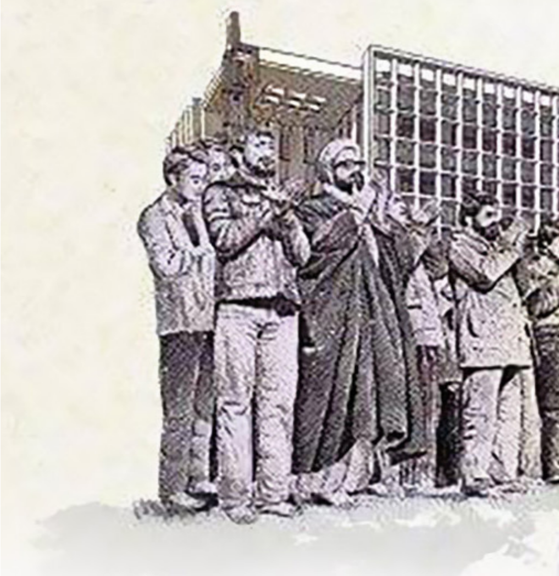

جاتی ہے۔(زرین کوب، 1350، 12)۔

دنیا کی بہترین تہذٖیب

اسلامی ثقافت اور تہذیب، شروع سے ہی ایک عالمی اور بین الاقوامی نقطہ نظر رکھتی ہے، جس کی بنیاد الہی قانون؛ یعنی قرآن ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے خاتم النبین حضرت محمد مصطفی ص پرنازل ہوا ہے۔ قرآن ایک قوم، ایک نسل اور کسی گروہ سے خاص نہیں ہے، اس میں عرب،عجم، ترک، ایرانی، پاکستانی، ہندوستانی، چینی، افریقی، یورپی سب برابر ہیں؛ یہی وجہ ہے دنیا بھرمیں لوگ جوق در جوق مسلمان ہوکراسلامی تہذیب اپنا رہے ہیں۔ اسلامی تہذیب کی نشو ونما کی ایک وجہ علم اورعلماء(دانشمندوں) پر اسلام کی توجہ ہے، جس قدر اسلام نے علم پر توجہ دی ہے اور علماء کا احترام کیا ہے کسی نے نہیں کیا۔ اسی وجہ سے دنیا بھرمیں انسانوں کی ایک بڑی تعداد اسلامی تہذیب کو بہترین تہذیب سمجھتی ہے۔(اکبری ناصری، 1394)

قدیم مغربی تہذیب

مغربی تہذیب کے تین ادوار قابل ذکر ہیں:

- قبل مسیح کی تہذیب: اسلام سے پہلے چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدیوں میں اس تہذیب کا عروج تھا؛
- قرون وسطی کی تہذیب: جس کا آغاز چوتھی صدی عیسوی میں ہوا؛
- نشاۃ ثانیہ کی تہذیب: جو پندرہویں اور سولھویں صدی میں کلیسا کے زوال کے ساتھ

ہی وجود میں آئی۔

نئی مغربی تہذیب

نئی مغربی تہذیب میں ہیومینیزم یا انسانیت محوری، عصبیت یا نحیل ازم پرتوجہ دی جاتی ہے، اس نظریے کے مطابق کائنات کی کوئی قدر نہیں ہے اور یہ بنیادی طور پر بے معنی ہے، جو کچھ ہے وہ عقل اور علم ہے۔ مذہب کا علم، سیاست اور ترقی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(اکبری ناصری، 2014)

اسلامی اور مغربی تہذیب کے بنیادی اختلافات

معرفت اورعلمی بنیادوں میں اختلاف؛
اقدار میں اختلاف؛
طرز حکمرانی میں اختلاف؛
قومی قیادت اور رہبریت میں اختلاف؛
ثقافتی اہداف میں اختلاف۔
(اسحاقی، 1384)

مغربی تہذیب اور استکباریت

"کِبر" اُس نفسانی کیفیت کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب انسان اپنے آپ پر فخرکرتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھتا ہے۔ اسلامی تہذیب میں استکبار، تسلط پسندانہ رویہ، استعماری سازشیں ناقابل قبول ہیں؛ جبکہ مغربی تہذیب میں ایک اقلیت اکثریت پرحاکم ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب میں یہ رویہ اندرونی اور بیرونی سطح دکھا جاسکتا ہے۔ اس تہذیب میں مال و دولت، طاقت اور اثر ورسوخ کا استعمال کرکے ظلم کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ رہبرانقلاب فرماتے ہیں: ہماری ثقافت اورتہذیب میں، استکبار اس نظام کو کہا جاتا ہے جو اپنی سیاسی، عسکری، سائنسی اور اقتصادی توانائیوں کی مدد سے اور نوع انسانی کے بارے میں تفریق آمیز فکر کی بنیاد پر انسانی معاشرے کے بڑے حصے یعنی اقوام، حکومتوں اور ممالک کو اپنے تحقیر آمیز و جابرانہ تسلط میں جکڑ لے اور اپنے مفادات کے حصول کےلئے ان پر سختیاں کرے، ان کا استحصال کرے، ان کے امور میں دخل اندازی کرے اور ان کے وسائل پر قبضہ کرے، حکومتوں پر دھونس جمائے اور قوموں پر ظلم کرے، ان کی تہذیب، ثقافت؛ یعنی آداب و رسوم کی توہین کرے۔ اس کی بالکل نمایاں مثال قدیم اور جدید سامراج کا کردار ہے۔ انہوں نے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا سہارا لےکر سیاسی، اقتصادی اور تبلیغاتی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔

کمزور ممالک پرحملے

کمزور ممالک پر حملے اور ان کے خلاف پابندیوں کے ذریعے اپنے مفادات حاصل کرنا استکباریت ہے۔ رہبرانقلاب حضرت آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں: "استکبارکا مطلب ہے کہ دنیا کی کوئی ایک طاقت یا طاقتیں، جب اپنے آپ کو دیکھتی ہیں کہ ان کے پاس پیسہ، ہتھیار اور پروپیگنڈے کی سہولیات ہیں تو یہ اپنے آپ کو حق دیتی ہیں کہ کسی بھی ملک، قوم یا معاشرے میں اپنی مرضی کے مطابق دخالت کرے۔ یہ استکبار کا مفہوم ہے۔(آیت اللہ خامنہ ای، 1388)

استکباریت کے اسباب

انسان اور معاشرے میں استکبار کے ابھرنے کے اسباب اور عوامل متعدد ہیں جن میں سے بعض کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیاہے یہ وہ اسباب اور عوامل ہیں جن کو آج کے استکباری معاشروں میں آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی تہذیب میں تکبر، تسلط پسندانہ رویہ، بد اخلاقی اور ظلم سے نفرت کی جاتی ہے، تکبرایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ قرآن کریم نے تکبر کے متعدد اسباب اور عوامل بیان کئے ہیں:

مال و ثروت کا غلط استعمال

اسلامی تہذیب میں مال وثروت کو ہمیشہ منفی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتاہے؛ اگرمال و ثروت کو صحیح جگہ استعمال کیا جائے تو معاشرے کی ترقی کا سبب ہے۔ "مال و ثروت اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ ایک نعمت ہے جس کے ذریعے انسان اپنی بے شمار دینی اور دنیوی ضروریات پوری کرتا ہے۔ ثروت اللہ کی جانب سے امتحان اور آزمائش بھی ہے؛ لہذا تکبر، فتنہ اور فساد کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: «وَ نَادٰی فِرۡعَوۡنُ فِیۡ قَوۡمِہٖ قَالَ یٰقَوۡمِ اَلَیۡسَ لِیۡ مُلۡکُ مِصۡرَ وَ ہٰذِہِ الۡاَنۡہٰرُ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِیۡ ۚ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ؛ (زخرف51)؛ اور فرعون نے اپنی قوم سے پکار کر کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی سلطنت میرے لیے نہیں ہے، اور یہ نہریں جو میرے (محلات کے) نیچے بہ رہی ہیں؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟» اسی طرح اللہ تعالی سورہ یونس میں ارشاد فرما رہاہے: «وَ قَالَ مُوۡسٰی رَبَّنَاۤ اِنَّکَ اٰتَیۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَاَہٗ زِیۡنَۃً وَّ اَمۡوَالًا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِکَ ۚ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤی اَمۡوَالِہِمۡ وَ اشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡا حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ۔ (یونس88) اور موسیٰ نے عرض کی: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیاوی زندگی میں زینت بخشی اور دولت سے نوازا ہے ہمارے رب! کیا یہ اس لیے ہے کہ یہ لوگ (دوسروں کو) تیری راہ سے بھٹکائیں؟ ہمارے رب! ان کی دولت کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ یہ لوگ دردناک عذاب کا سامنا کرنے تک ایمان نہ لائیں۔»

«فَاَمَّا عَادٌ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَ قَالُوۡا مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ؕ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیۡ خَلَقَہُمۡ ہُوَ اَشَدُّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً ؕ وَ کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ۔ (فصلت 15)

مگر عاد نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہا: ہم سے بڑھ کر طاقتور کون ہے ؟ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جس اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے؟ (اس طرح) وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے»۔

انسانی قدروں کی پامالی

جابر لوگ ہمیشہ اپنی رعیت سے ان کی انسانی قدریں چھین کر انہیں بے وقعت کر دیتے ہیں۔ جب قوم کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی تو پھر یہ قوم جابر طاقتوں کی غلام بن جاتی ہے۔ جیسے کہ فرعون نے اپنی قوم کو بے وقعت کر دیا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: «فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَہٗ فَاَطَاعُوۡہُ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ۔ (ذخرف54)؛ چونکہ اس نے اپنی قوم کو بے وقعت کر دیا اور انہوں نے اس کی اطاعت کی، وہ یقینا فاسق لوگ تھے»۔ فرعون نے اپنی قوم کو جب بے حیثیت کردیا تو قوم نے فرعون کی اطاعت

کی۔ چنانچہ
حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید کی اطاعت کرنے والوں سے فرمایا: ان لم یکن لکم دین۔۔۔ فکونوا احراراً فی دنیاکم۔ (بحار الانوار 45: 50) اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے، تو تم اپنی دنیا میں تو آزاد رہو۔ (بے وقعت نہ بنو)» (تفسیر الکوثر، شیخ محسن نجفی)

«وَ اِذۡ یَتَحَآجُّوۡنَ فِی النَّارِ فَیَقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡۤا اِنَّا کُنَّا لَکُمۡ تَبَعًا فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا نَصِیۡبًا مِّنَ النَّارِ۔ (غافر،47)

اور جب وہ جہنم میں جھگڑیں گے تو کمزور درجے کے لوگ بڑا بننے والوں سے کہیں گے: ہم تو تمہارے تابع تھے، تو کیا تم ہم سے آتش کا کچھ حصہ دور کر سکتے ہو؟»

انہیں معلوم ہے کہ وہ نہیں بچا سکتے۔ یہ بات صرف انہیں مزید خوار کرنے کے لیے یا دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے کہ رہے ہوں گے۔ یا ممکن ہے دنیا میں ان سرداروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی عادت راسخ ہو گئی تھی، اس کے تحت آخرت میں بھی ان کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوں۔
(تفسیر الکوثر،شیخ محسن نجفی)

تخلیق میں برتری کا گمان

بعض شیطانی قوتوں کا گمان ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں دوسروں سے افضل اور برتر خلق کیا ہے، جس طرح شیطان کا دعوی تھا۔ اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: «قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسۡتَکۡبَرۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡعَالِیۡنَ۔ (ص،75) فرمایا: اے ابلیس !جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے اسے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو اونچے درجے والوں میں سے ہے؟»۔

«قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ؕ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ۔ (ص،76)

اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے»۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے: «وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰی وَ اسۡتَکۡبَرَ وَ کَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ۔ (بقرہ،34)

اور (اس وقت کو یاد کرو)جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔»

تکبر اور خود پسندی

یوں تو دنیا میں استکباریت اور فسادات کی بہت سی وجوہات موجود ہیں؛ لیکن علماء اخلاق نے غرور و تکبر، خودپسندی اور خودخواہی کی صفت کو"ام الفساد" یعنی فساد کی ماں قرار دیا ہے۔ غرور اور خودپسندی کو تمام برائیوں اور گناہوں کا سبب بتلایا ہے۔

کفر اور جرائم کا ارتکاب

کافر اور درباری جرائم پیشہ لوگ ہر وقت مصلحین کو حقیر سمجھتے اور ان کے مقابلے میں تکبر سے پیش آئے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: «وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ۟ اَفَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَاسۡتَکۡبَرۡتُمۡ وَ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ(جاثیہ۔31)؛ اور جنہوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا) کیا میری آیات تمہیں سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر تم نے تکبر کیا اور تم مجرم قوم تھے»۔

«ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ مُّوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِہٖ بِاٰیٰتِنَا فَاسۡتَکۡبَرُوۡا وَ کَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ۔(یونس،75)؛ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے»۔ اسی حالت سے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بھی دو چار تھے۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام بے بس، بنی اسرائیل غلامی کے زنجیروں میں جکڑے ہوئے اور فرعون اور اس کے درباری اپنی دولت و اقتدار کے نشے میں بدمست۔ اسی لیے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں بڑے متکبرانہ انداز میں پیش آتے اور کسی قسم کے جرم کے ارتکاب سے باز نہیں آتے تھے۔ (شیخ محسن نجفی، تفسیر الکوثر)

اللہ کی قدرت سے غفلت

استکبار اور تسلط پسندانہ رویے کی ایک وجہ اللہ کی قدرت سے غفلت ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: «فَاَمَّا عَادٌ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَ قَالُوۡا مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ؕ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیۡ خَلَقَہُمۡ ہُوَ اَشَدُّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً ؕ وَ کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ۔(فصلت،15)؛ ۔ مگر عاد نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہا: ہم سے بڑھ کر طاقتور کون ہے؟ کیا انہوں

نے دیکھا نہیں کہ جس اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے؟ (اس طرح) وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے»۔ مادی انسان کی سوچ قدیم ایام سے یہی رہی ہے کہ جو عقل و فکر، مہارت، ہنر اور دولت اس کے پاس ہے وہ کسی کی عطاکردہ نہیں؛ بلکہ اس نے خود یہ چیزیں اپنے لیے بنائی ہیں۔ اللہ تعالی دوسری آیت میں ارشاد فرما رہا ہے: «قَالَ اِنَّمَآ اُوۡتِیۡتُہٗ عَلٰی عِلۡمٍ عِنۡدِیۡ ؕ اَوَ لَمۡ یَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَہۡلَکَ مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنَ الۡقُرُوۡنِ مَنۡ ہُوَ اَشَدُّ مِنۡہُ قُوَّۃً وَّ اَکۡثَرُ جَمۡعًا ؕ وَ لَا یُسۡـَٔلُ عَنۡ ذُنُوۡبِہِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ۔(قصص، 78)؛

قارون نے کہا: یہ سب مجھے اس مہارت کی بنا پر ملا ہے جو مجھے حاصل ہے، کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی ایسی امتوں کو ہلاکت میں ڈال دیا جو اس سے زیادہ طاقت اور جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے تو ان کے گناہ کے بارے میں پوچھا ہی نہیں جائے گا»۔ یہ مال و دولت میری اپنی مہارت اور ہنرمندی کا نتیجہ ہے۔ اس میں کسی غیبی طاقت کا کوئی دخل نہیں۔ (شیخ محسن نجفی، تفسیر الکوثر)

ایران سے دشمنی

مغرب کی اسلامی جمہوریہ ایران سے متکبرانہ دشمنی کی اصل وجہ، اسلام سے دشمنی ہے؛ کیونکہ اسلام اور استکبار فطری طور پر مختلف ہیں اور ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ جہاں اسلام ہے وہاں استکبارکا ہونا ناممکن ہے۔ رہبر معظم انقلاب فرماتےہیں: اسلام کی مخالفت اور قرآن کی مخالفت عالمی استکبار کی دیرینہ خاصیت ہے۔ عالمی استکبار مختلف طریقوں سے اسلام اور قرآن کی مخالفتیں جاری رکھے ہوئے ہیں، مختلف بےبنیاد الزمات لگاکر اسلامی بیداری کا مقابلہ کرنا ان کا شیوہ رہا ہے۔ رہبر انقلاب اسلامی اسی تناظر میں مزید فرماتے ہیں: آج اسلامی ایران کے ساتھ استکباری طاقتوں کی دشمنی اسلام کی وجہ سے ہے۔ دراصل وہ اسلام کے دشمن ہیں، اسلام دشمنی کی وجہ سے ہی اسلامی جمہوریہ پر دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ (آیت اللہ خامنہ ای، 1368)۔

استکبار رہبرانقلاب کی نگاہ میں

یہ بات واضح ہے کہ مغرب میں رہنے والے ہرفرد کو استکبار پسند نہیں کہا جاسکتاہے۔ ہرکوئی اسلام مخالف بھی نہیں ہے؛ مغرب میں ایک اقلیت ہے جو اسلام دشمن اور تسلط پسند ہے، مغرب پر اسی اقلیت کی حکمرانی ہے۔ یہی حکمران طبقہ معاشرے پرغلبہ حاصل کرکے ان پراپنے خیالات مسلط کرنے کی کوشش کررہاہے۔ یہ نکتہ رہبر معظم کے بیانات میں بہت واضح نظرآتا ہے: «ہمارا اختلاف امریکی حکومت سے ہے، امریکی قوم سے نہیں ہے، امریکی قوم سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے، امریکی قوم سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے، امریکی قوم بھی باقی اقوام کی طرح ہے؛ البتہ امریکی حکومت نے ان چند سالوں میں مسلسل منفی تبلیغات کے ذریعے امریکی عوام کو ایران مخالف بنانے کی کوشش کی ہے۔ ہماری کسی قوم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہمارا مسئلہ امریکی حکومت سے ہے۔ امریکی ایران دشمن پالیسیوں سے ہے۔ (آیت اللہ خامنہ ای، 1376)

اسلامی اور مغربی تہذیب میں تعامل

اسلامی اور مغربی ثقافت اور تہذیب میں اختلاف کے باوجود ان کے درمیان مکالمے اور تعامل کا امکان موجود ہے۔

رہبر معظم نےمغرب کے نوجوانوں کے نام خط میں بھی ذکرفرمایاہے کہ ہم سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے نتیجہ خیز گفتگو کرسکتے ہیں۔ رہبرانقلاب مغربی جوانوں کے نام خط میں لکھتے ہیں: "اسلامی دنیا کے ساتھ صحیح اور باعزت تعامل کی بنیاد رکھیں۔ اس صورت میں، مستقبل قریب میں، آپ اس عمارت کو دیکھیں گے جو آپ نے ایسی بنیادوں پر تعمیر کی ہے، جو اس کے معماروں پر اعتماد اور بھروسے کا سایہ پھیلاتی ہے، انہیں سلامتی اور امن کا تحفہ دیتی ہے۔ روشن مستقبل کی نوید سناتی ہے۔۔۔ (آیت اللہ خامنہ ای، 2015)

رہبرانقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ خامنہ ای مغربی جوانوں کے نام خط میں اسلام اور مغرب کے درمیان تعامل کا ذکرکرتے ہوئے لکھتےہیں: میرا ایمان ہے کہ صرف آپ جوان ہی ہیں جو آج کی مشکلات سے سبق حاصل کرکے اس بات پر قادر ہو جائیں کہ مستقبل کی تعمیر کےلئے نئي راہیں تلاش کرسکیں اور ان غلط راستوں پر رکاوٹ بن جائیں کہ جو یورپ کو موجودہ مقام تک پہنچانے کا باعث بنے ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک، مثبت سوچ اور انصاف کا پل بنا سکتا ہے ایک ایسا پل جو فاصلوں کو ختم کرسکے۔ اگرچہ بدقسمتی سے دین اسلام اور آپ جوانوں کے درمیان دوری کے منصوبے بہت ناگوار اور تلخ ہیں؛ لیکن آپ کے ذہن میں بہت سارے نئے سوالات پیدا کرسکتے ہیں۔ ان سوالوں کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش آپ کو سچائی دریافت کرنے کا بہترین موقع فراہم کرسکتی ہے؛ لہذا اسلام کو بغیرکسی تعصب کے صحیح طور پرسمجھنے کی کوشش کریں اور وقت ضائع نہ کریں۔
(آیت الله خامنه ای،2014)

جاری ہے

منابع:

- قرآن کریم، ترجمہ شیخ محسن نجفی.
- حاجی ملامیرزایی، حمید و حامد حاجی ملامیرزایی. 1388. «جایگاه فضای مجازی در فرهنگ و تمدن اسلامی ایرانی». نشر دانش: 8 ـ 13.
- اسحاقی، سید حسین. 1384. «تقابل اسلام و غرب در میدان گفت وگو». مبلغان. ش65: 72 ـ 87.
- اکبری ناصری، ابراهیم. (دسترسی در: 1395/1/25). «فرهنگ و تمدن غربی و فرهنگ و تمدن اسلامی»:
http://naseri2020.mihanblog.com/post/2047
-ایزدی، فواد. (دسترسی در: 1395/1/19). «نشست بررسی زوایای نامه رهبری به جوانان غربی»:
http://isna.ir/fa/ews/93120402517

اسلامی جمہوریہ کے نظام میں ولایت فقیہ کا مقام

ولایت فقیہ اسلامی جمہوریہ ایران کے اسلامی نظام کے اہم ترین عہدوں میں سے ایک ہے؛ ایک ایسا عہدہ جو آئین کے مطابق سیاسی طاقت کے براہ راست اور بالواسطہ استعمال میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایک ایسا عہدہ جس کا وجود ہمیشہ اسلامی معاشرے کے لئے ضروری ہے۔

اگر ایرانی معاشرہ ہرقسم کے بدعتوں سے پاک ہے اور عوام اسلامی احکام پر عمل پیرا ہیں تو وہ ولایت فقیہ کے مرہون منت ہے۔ اگر آج انقلاب کی کشتی نجات تمام تر فتنوں کے باوجود پوری توانائی کے ساتھ رواں دواں ہے تو ولایت فقیہ کی وجہ سے ہی ہے۔

ولی فقیہ مختلف طریقوں سے معاشرے کی ہدایت میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے اس مختصر مقالے میں چند ایک پر روشنی ڈالی گئی ہے:

ولایت فقیہ امامت کا تسلسل

ولایت فقیہ ایک ایسا عہدہ ہے جس کے فرائض، شرائط اور اختیارات امامت کے نظام سے زیادہ ملتے جلتے ہیں اور یہ اسلامی معاشرے کو انحرافات اور کج روی سے بچاتا ہے اور اسلام دشمن عناصر کی جانب سے بنائے جانے والے ناپاک منصوبوں اور بدعتوں کو روکتا ہے۔

ولایت فقیہ طاقت کا سرچشمہ

فقیہ کا منصب اسلامی نظام کی طاقت کا سرچشمہ ہے، معاشرے میں امن وامان کا محافظ ہے، شہریوں کے حقوق کا ضامن ہے۔ ہرقسم کی بیرونی اور داخلی سازشوں کو ناکام بنانےمیں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ صاحب جواہر اس منصب کے بارے میں فرماتے ہیں: "جس نے فقہ کا ذائقہ نہیں چکھا ہے اور معصومین علیہم السلام کے کلام کے معنی اور راز کو نہیں سمجھا ہے وہی شخص فقیہ کی ولایت کے متعلق وسوسے کا شکار ہے۔(جواہر الکلام، ج 2، ص 398.)

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " ولایت فقیہ کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ جسے ہم نے ایجاد کیا ہو؛ بلکہ یہ مسئلہ فقہی کتابوں میں شروع سے مورد بحث رہا ہے۔ مرحوم مرزا شیرازی کی جانب سےحرمت تمباکو کا حکم؛ حکم حکومتی تھا...یہی وجہ ہے کہ تمام علماء نے اس پر عمل کیا... اسی طرح مرحوم کاشف الغطاء نے ولایت فقیہ کے متعلق بہت سے مطالب بیان کئے ہیں... مرحوم نراقی کہتے ہیں: فقہاءکے لئے وہ تمام امور ثابت ہیں جو رسول خدا کے لئے ثابت ہیں؛یعنی(ولایت فقیہ وہی ولایت رسول خدا ہے)۔ مرحوم نائینی کہتے ہیں: ولایت فقیہ کا مسئلہ مقبولہ عمر بن حنظلہ سے ثابت ہے... یہ کوئی نیامسئلہ نہیں ہے۔

(ولایت‌فقیہ، امام خمینی (رہ)، ص 113 - 112.)

اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ کے نظام میں ولایت فقیہ کا کیا کردار ہے؟

اسلامی جمہوریہ ایران کے نظام میں ولایت فقیہ کا کردار

عام طور پر اسلامی جمہوریہ ایران کے نظام میں ولایت فقیہ کے کردار کو دو زاویوں سے پرکھا جا سکتا ہے: ا) انقلابی تحریک کی تشکیل اور کامیابی۔ ب) انقلاب کی توسیع اور ترقی

الف) انقلاب برپا کرنے میں ولایت فقیہ کا کردار

امام خمینی (رح) نے سال 1969 کو نجف اشرف میں "اسلامی نظام اور حکومت" کا نظریہ پیش کیا۔ مرحوم امام کا عظیم کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ولایت فقیہ کے نظریے کو فقہی کتابوں سے نکال ایک سیاسی مذہبی نظریے کے طور پر پوری دنیا کے سامنے پیش کیا جو کہ مختصر مدت کے بعد باقاعدہ طور پر ایک سیاسی نظریے کے طور پر منظر عام پر آیا اور شیعہ معاشرے میں زبردست پذیرائی ملی اور یوں اسلامی اصولوں کے عین مطابق ایک نئے سیاسی نظام کی بنیاد رکھی گئی۔

امام خمینی (رح) فرماتے تھے کہ: "فقیہ پر واجب ہے کہ وہ مسلمان معاشرے میں ظالم اور طاغوت کے مقابلے میں کھڑے ہوکر اسلامی نظام کے قیام کے لئے جد و جہد کرے اور قرآن و عترت کی بنیاد پر اسلامی حکومت قائم کرے۔

اسلامی حکومت کا قیام

امام خمینی نے ولایت فقیہ کے کردار اور اسلامی حکومت کے بنیادی ڈھانچے کو پوری وضاحت کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا اور یوں اسلامی انقلاب کی بنیاد میں ولایت فقیہ کا کردار خوبصورت انداز میں انقلاب کے نظریہ ساز اور ایک معمار کے طور پر سامنے آیا۔ امام کا یہ نظریہ لوگوں کے درمیان انسجام اور اتحاد کا باعث بنااور صدیوں

بعد انہیں اسلامی حکومت کی حقیقت کا پتہ چل گیا؛کیونکہ امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کے بعد سے لوگوں نے ایسی حکومت نہیں دیکھی تھی اور وہ نہیں جانتے تھے کہ ایسی حکومت کیسے بن سکتی ہے۔ ایک جابر، ظالم نظام کے ہوتے ہوئے ایک الہی حکومت کا قیام کیسے ممکن ہے؟

شہنشاہی حکومت کے خلاف اہم انکشافات

امام خمینی نے شہنشاہی حکومت کے ظالمانہ اور سیاہ کارناموں کو عوام کے سامنے لانے میں اہم کردار ادا کیا؛ متعدد ایسے انکشافات کئے جو شہنشاہی حکومت عوام کو بےخبررکھنا چاہتی تھی۔شہنشاہی حکومت نے کیپٹلیشن بل کے بارے میں کسی بھی خبر کو باہر آنے سے روکنے کی کوشش کی، لیکن امام خمینی (رح) کی تقاریر نے ان کے خفیہ منصوبے کو ظاہر کر دیا۔ انقلابی آواز کی گونج اور امام خمینی کے بیانات کی اشاعت کے ساتھ ہی، شاہ کی حکومت کے خلاف غصے اور نفرت کی ایک نئی لہر پورے ایران میں پھیل گئی۔ اس طرح ایران کی مسلم قوم اس خیانت سے آگاہ ہو گئی اور علماء و مشائخ نے عوام کی حمایت اور تعاون سے خطوط اور درخواستوں کے ذریعےکیپٹلیشن کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔ احتجاجی خطوط کا ایک سیلاب حکومتی اداروں تک پہنچا اور شاہ کی حکومت کو بہت پریشان کر دیا۔ حسن علی منصور اس خیانت کو درست ثابت کرنے کے لیے سینیٹ پہنچ گئے اور اپنی خیانت کو ایک قسم کی خدمت کے طور پر پیش کرنے کی مذموم کوشش کی۔

ولایت فقیہ کے خلاف امریکی سازش

جب امریکی حکام کو پتہ چلا کہ امام خمینی کی مقبولیت میں آئے روز اضافہ ہورہا ہے، تو انہوں نے امام خمینی کو ملک بدر کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور انہیں ترکی جلال وطن کیا گیا۔اسی دن قم شہر میں ایمرجنسی نافذ کرکے شہر کو فوج کے حوالے کیا گیا؛ تاکہ امام خمینی کی جلاوطنی کے خلاف عوامی رد عمل کو روکا جا سکے۔ امام خمینی کی جلاوطنی چودہ سال تک جاری رہی۔امام کی جلاوطنی سے انقلابی جدوجہد کی مشعل نہ صرف بجھ نہیں پائی؛ بلکہ دن بہ دن روشن ہوتی گئی۔

ب) انقلاب کے تسلسل میں ولایت فقیہ کا کردار

ولایت فقیہ کا کردار صرف انقلاب اور اسلامی حکومت کی تشکیل تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ عوام کی ہدایت، بیرونی اور داخلی پالیسیوں میں حکومت کی رہنمائی، ملک کی ترقی کے لئے منصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ ہرقسم کے انحرافات اور سازشوں کو روکنے میں بھی اہم کردار ہے۔ حقیقت میں ولایت فقیہ، اسلامی نظام کی علامت اور اس کا ضامن ہے۔ ولایت فقیہ ممکنہ خطرات، انحرافات اور مستقبل کے بحرانوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ رہبر معظم انقلاب آیت اللہ خامنہ ای ولایت فقیہ کا مقام، کردار اور معاشرے پر اثرات بیان کرتے ہوئے فرماتےہیں:« معاشرے کو بے راہ روی سے روکنے کا بنیادی کردار ولایت فقیہ کا ہے؛ اسلامی نظام کے لئے ولایت فقیہ ایک انجینیئر کی مانند ہے جو کسی بھی قسم کے انحراف سے بچاتا ہے، درست سمت دکھاتا ہے۔ (3 جون 2004۔امام خمینی کی برسی پر عوامی اجتماع سے خطاب)۔

ولایت فقیہ اسلامی نظام کا ستون

ولایت فقیہ اسلامی جمہوری نظام کا بنیادی ستون ہے اور اس ستون کے بغیر انقلابی تحریک کو اسلامی راستے پر جاری رکھنا ممکن نہیں ہے۔ امام خمینی کی مدبرانہ قیادت اور رہبر معظم انقلاب سید علی خامنہ ای نے ولایت فقیہ کی ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھایا ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔رہبرانقلاب کی رہنمائی کی وجہ سے ہی آج ایران ترقی کے منازل طے کررہا ہے۔ ولی فقیہ کی تدبیر کی وجہ سے ہی دشمنوں کی پیچیدہ ترین چالیں اسلامی نظام کو نقصان پہنچانے میں ناکام رہی ہیں۔ امام خمینی فرماتے ہیں: ولایت فقیہ کا حامی بنو؛ تاکہ تم اور تمہارے ملک کو نقصان نہ پہنچے۔

انقلاب کے تسلسل میں ولی فقیہ کے کردار کی چند مثالیں:

1۔ مسلط کردہ جنگ کے دوران ملک کا دفاع

انقلاب کے ابتدا میں اندرونی مسائل اور عسکری قوتوں کی عدم تیاری کو دیکھتے ہوئے عالمی استکبار نے صدام کی سربراہی میں اسلامی جمہوریہ ایران پر جنگ مسلط کی اور ہرطرف سے ملک کو اپنے حملوں کا نشانہ بنایا۔ صدام نے

یہ حماقت اس خیال سے شروع کی تھی کہ وہ چند دنوں میں ایران کے تمام شہروں کو فتح کر لے گا۔ اس وقت کے امریکی حکام کا بھی یہی خیال تھا کہ عراق ایک دو ہفتے میں ایران فتح کرے گا؛ لیکن امام خمینی نے نظریہ ولایت فقیہ اور الٰہی قوت سے اسلام اور اسلامی اصولوں پر یقیین رکھنے والی قوتوں کو اکھٹا کیا اور دشمن کے خلاف متحرک کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ دشمن کے تمام ناپاک منصوبے خاک میں مل گئے اور اسلام دشمن عناصر مطلوبہ نتائج تک نہ پہنچ سکے۔ اسلامی نظام آج بھی پوری طاقت کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ اس کی اصل وجہ امام خمینی (رح) کی دانشمندانہ قیادت ہے۔ امام خمینی ولایت فقیہ کے نظریے کے تحت ہی مختلف اقوام اور رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے درمیان ہم آہنگی اور اتحاد کا سبب بنے؛ کیونکہ اس وقت امام خمینی کی مقبولیت اور سیاسی مدبرانہ قیادت کے علاوہ عالمی سطح پر ان کا شمار عظیم شیعہ مراجع میں ہوتا تھا۔ ایران سمیت دنیا بھرمیں لاکھوں مسلمان ان کی ایک آواز پر جان دینے کےلئے تیار تھے۔

2. فسادات کے خلاف فتوی

1981میں منافقین نے مختلف گروہوں کی شکل میں انقلاب کے خلاف فتنوں کا منصوبہ بنایا تو امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ منافقین کی شناخت کے لیے "جاسوسی واجب ہے"۔ اس فتوے نے تمام منافقین کو نیست و نابود کر دیا اور اس فتوے سے ولایت فقیہ کی طاقت مزید واضح ہو گئی۔ اگر یہ بات کوئی عام سیاسی بندہ یا کسی سفارت کار نے کی ہوتی تو لوگ جواب میں کیا کہتے؟ جواب میں ضروری یہی کہتے کہ کیا ہم جاسوس ہیں؟! لیکن ایران کے مسلمانوں نے امام کے حکم پرلبیک کہتے ہوئے منافقین کو چھپنے نہیں دیا۔ اس وقت شہریوں نے منافقین کی جانب سے شائع ہونے والے تمام اخبارات کو گھروں سے باہرپھینک اور کسی منافق کو اسلامی نظام کے خلاف بات کرنے کی جرئت تک نہیں ہوئی۔

2009 کے فسادات کا خاتمہ

شمسی سال 1388 میں دشمن نے ایک بارپھر اسلامی جمہوریہ ایران کو خاک وخوں میں غلطاں کرنے کا منصوبہ تیار کیا تھا؛ لیکن رہبر انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی مدبرانہ قیادت نے دشمن کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ رہبر معظم کی خصوصی رہنمائی اور مسلح افواج کی کوششوں سے ملک فسادات اور تصادم سے بچ گیا اور انقلاب اسلامی نے ایک بار پھر دشمن کو ناامید کردیا۔

3. حکومتی اداروں کے درمیان اتحاد و یکجہتی

کسی بھی ملک کی توانائی اور طاقت میں اہم ترین عنصر تمام اداروں کے درمیان ہم آہنگی اور اتحاد کا ہونا ہے۔ جب تک ملک کے تمام ادارے ایک پیج پرکھڑے نہ ہوں، ملک ترقی کے منازل طے نہیں کرسکتا ہے۔ جس ملک کی فوج، پولیس، عدلیہ، سینٹ، پارلیمان، وزارت داخلہ، وزارت خارجہ، صدر اور وزیراعظم کے منصوبے الگ الگ ہوں وہ ملک دیر یا زود زوال کا شکار ہوتا ہے۔ ان تمام اداروں کو ایک پیج پررکھنے کےلئے ایک مدبررہبرکی ضرورت ہوتی ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں ولایت فقیہ کہا جاتا ہے۔

مسلم ممالک کو کمزور کرنے کے مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ اداروں کو آپس میں لڑایا جائے؛ لیکن ولایت فقیہ ایک شفیق باپ کی طرح ان تمام اداروں کو متحد رکھتا ہے۔ اگر اداروں کے درمیان اختلاف ہوجائے تو حرف آخر ولی فقیہ کا ہی ہوتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران میں اتحاد کے اصول، دین اسلام سے لئے گئے ہیں، یہاں اسلامی اصولوں پرسختی سے عمل کیا جاتا ہے۔ ایک طاقتور، باشعور اور دانشمند قیادت کے سائے میں افواج، پولیس، عدلیہ اور ملک کے انتظامی عہدیداروں کے درمیان ہمدردی اور یکجہتی دن بدن بڑھ رہی ہے؛ جبکہ مغرب سمیت دنیا بھر میں ہم مختلف حکومتوں کے ٹوٹنے کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

مذہب اور سیاست ایک ہیں

ولایت فقیہ کے کردار نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں ہیں؛ بلکہ ایک ہیں اور یہ دونوں مل کر ہی ملک کو سائنسی، سیاسی اور ثقافتی میدانوں میں قابل فخر اور فاتح بنا سکتے ہیں۔

قومی ہمدردی اور اتحاد

امام خمینی (رح) نے بارہا ایرانی قوم کو اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے کا حکم دیا؛ کیونکہ کسی بھی ملک کی ترقی و خوشحالی، قومی اتحاد و یگانگت میں پوشیدہ ہے۔ امام خمینی نے انقلاب کی کامیابی کے بعد بھی قومی وحدت پرتاکید کی جس طرح انقلاب سے پہلے کرتے تھے۔امام خمینی فرماتے ہیں کہ آج دنیا ہمارے خلاف ہے؛ لہذا اتفاق اور اتحاد کو مزید تقویت پہنچانے کی ضرورت ہے، ہمیں ایک ہونا چاہئے، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ ہم ایک نہیں ہیں، ہم ایک ہیں؛ اس میں مزید بہتری آنی چاہئے، آپ کے اتحاد کا دشمن کو پتہ چلنا چاہئے۔ ہمارے خلاف دشمن کی تبلیغات میں جتنا اضافہ ہوتا ہے، اتنا ہمارے درمیان اتفاق میں اضافہ ہونا چاہئے۔ دشمن کی ساری تبلیغات ہمارے درمیان اختلاف ایجاد کرنے پرمرکوز ہیں۔ "اختلاف و تفرقہ شیطان کی طرف سے ہے اور اتحاد و وحدت کلمہ، رحمن کی طرف سے"؛ لہذا تاریخ میں یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ حقیقی اتحاد پیدا کرنے کی آواز پر وہی لوگ لبیک کہتے ہیں جنہوں نے اپنی توحیدی فطرت کے عین مطابق اسلامی تعلیمات پر عمل کیا ہو۔

(صحیفه امام، ج ۱۱، صص ۵۲۹ و۵۲۸)

علیصدر؛ دنیا کا عجیب ترین غار

جب بھی ایران کے قدرتی پرکشش مقامات کا ذکر ہوتا ہے تو سب سے پہلے سیاحوں کے ذہن میں ہمدان شہر میں موجود علیصدر غار ضرور آتا ہے، یہ غار ایران کا واحد تالابی غار ہے جو خوبصورتی کے اعتبار سے لاثانی ہے۔

ہمدان شہر ایران کے صوبہ ہمدان کا صدر مقام ہے۔ ایک اندازے کے مطابق، ہمدان کی آبادی 550,284 نفوس پرمشتل ہے۔ ہمدان ایران کے قدیم ترین شہروں میں شامل ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 1850 میٹر بلند ہے۔ یہ شہر تہران سے 400 کلومیٹر دور جنوب میں واقع ہے۔

ہمدان شہر کے مضافاتی علاقے کبودر آہنگ میں ایک دیہات ہے، جس کو ملکی اور غیر ملکی سیاح اکثر و بیشتر جانتے ہی ہیں، کوئی ایران کی سیر کو جائے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ ہمدان شہر میں موجود علیصدر دیہات نہ جائے؛ کیونکہ اس علاقے میں یہ ایسا تاریخی غار ہے، جس کو دیکھ کر ہر کوئی حیران رہ جاتا ہے۔ غار میں داخل ہوتے ہی آپ کو مختلف قسم کے سائن بورڈ دکھائی دیں گے جن پر مختلف قسم کے پتھروں کے نام درج کئے گئے ہیں۔ اس غار کا اندرونی حصہ نہایت پر کشش اور جذاب ہے جس کی وجہ سے سالانہ ہزاروں سیاح ہمدان کا رخ کرتے ہیں۔

اس عجیب و غریب غار کی خوبصورتی دیکھ کر ہر کوئی لطف اندوز ہوتاہے۔
علیصدرمیں "جراسک" دور کے پتھروں سے ڈھکا ہوا نہایت عجیب و غریب غار ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ غار 136-190 میلین سال قبل کا ہے اور اتنا خوبصورت ہے کہ ہر دیکھنے والے کا دل چرا لیتا ہے۔

غارکی خصوصیات

غار کے اندر داخل ہوتے ہی پرنم اور ٹھنڈی ہوائیں ہر سیاح کا استقبال کرتی ہیں اور غار کے دیواروں پر پتھروں سے سجے قدرتی نظارے سیاحوں کو ضرور حیران کردیتے ہیں۔ غار میں پتھروں سے قدرتی طور پر مختلف شکلیں بنی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں جیسے: لفظ اللہ، ڈریگن کا پنجہ، مشعل کا ہال، عقاب کا پنجہ ---
عقاب کا پنجہ: غار کے اندر پتھر کا ایک عجیب سا حصہ دکھائی دیتا ہے جو عقاب کے پنجے کی مانند ہے لہٰذا اسی نام سے مشہور بھی ہے۔
اس غار کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے بیچوں بیچ نہایت حسین وسیع و عریض تالاب ہے اور غارکی چھت سے ہلکی بارش کی طرح پانی کے قطرے گرتے رہتے ہیں۔
مشعل کا عظیم ہال: غار کے اندر تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے آپ مشعلوں سے بھرے ایک وسیع و عریض ہال کا سامنا کریں گے جس کے درمیان میں ایک بہت بڑی مشعل ہے اور غار کا یہ حصہ مشعل کے عظیم ہال سے جانا جاتا ہے۔

خوبصورت اور عمدہ کشتیاں

ایرانی حکومت نے سیاحوں کے لئے اس تالاب میں نہایت خوبصورت اور عمدہ کشتیاں مہیا کی ہوئی ہیں۔
غارکی خوبصورتی کا عالم یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا کے مشہور و معروف فرانس اور آسٹریلیا کے حسین ترین غار بھی ماند پڑ جاتےہیں۔
تالاب کا پانی اتنا صاف وشفاف ہے کہ انسان بغیر دوربین کے دسیوں میٹر تہہ تک دیکھ سکتا ہے۔
مذکورہ تالاب، غار کی چھت سے گرنے والے پانی کے قطروں اور زیرزمین سے پھوٹنے والے چشمے سے معرض وجود میں آیا ہے۔

ڈریگن کا پنجہ

غار کے اندر سے پتھر کا ایک حصہ نکلا ہوا ہے جسے یہاں کے لوگ ڈریگن کا پنجہ کہتے ہیں۔

پتھروں کا آبشار

اس غار میں آبشار کی طرح ایک بڑا پتھر موجود ہے جو دور سے نہایت خوبصورت دیکھائی دیتا ہے۔

کلمہ اللہ

آپ غار کے اندر اللہ کے نام کو تجلی کرتے ہوئے دیکھیں گے جو معجزانہ طور پر نہایت واضح دیکھا جا سکتا ہے۔ علیصدر غار کو دیکھنے کے لئے آنے والے سیاحوں کے لئے نہایت بہترین سہولیات فراہم کی گئی ہیں۔اس غار کو دیکھنے کے لئے ایرانیوں سمیت دنیا بھر سے سالانہ ہزاروں سیاح اس علاقے کا رخ کرتے ہیں، حکومت نے یہاں پر عمدہ ہوٹل، مہمان خانے، مسافرخانے، صحرائی کیمپ اور خرید وفروش کے لئے شاندار مارکٹیں، دکانیں اور بچوں کو کھیلنے کے لئے مختلف قسم کے جھولے وغیرہ تعمیر کئے ہیں۔

غارکی سیر کےلئے کب اور کیسے جاسکتے ہیں؟

اگرچہ پورے سال غار کی سیر کے لئے لوگوں کا آنا جانا رہتا ہے تاہم اس کی سیر کا بہترین موقع موسم بہار اور گرما ہے۔ نوروز کے ایام میں ایران سے لاکھوں سیاح اس علاقے کا رخ کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان خاص ایام میں یہاں بہت بھیڑ ہوتی ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ نوروز کے ایام میں اس علاقے کا سفر نہ کریں۔

غار کی سیر کے اوقات:

موسم بہار اورگرما: صبح 8:00 – 19:00
موسم خزاں اور سرما: صبح 8:00 – 16:00